

بہار لغزور  
۷۸۶  
۹۲

# فیض کما کے چستی

عبدالحق صاحب فرستی



سید کبیر مصطفیٰ آباد لاہور ۱۵

3378



ہوا لغفور

۷۸۶

۹۲

فیض کے پختہ

3378

عبدالحق فرحتی

کریم پور، کینڈیسٹر، مصطفیٰ آباد، لاہور ۱۵



86547

69947

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ فیض کے چشمے  
مصنف \_\_\_\_\_ عبدالحق ظفر چشتی  
اشاعت اول \_\_\_\_\_ اکتوبر ۱۹۹۵ء  
تعداد \_\_\_\_\_ ۱۰۰۰  
سائز \_\_\_\_\_ ۲۳x۳۴  
ناشر \_\_\_\_\_ کرم سٹی کیشنرز مصطفیٰ آباد لاہور  
قیمت \_\_\_\_\_ ۷۵ روپے

تمام معروف بک سٹالوں پر موجود ہے۔



3378

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وہ دانا سے بہتر ہے اور اس کے لئے ہرگز کوئی حیرت

عبارت راہ کو بخشنا فرغ وادمی سینا

نگاہ عشق و ہستی میں و ہستی اول و ہستی آخر

وہی قرآن و ہستی فرقان و ہستی سیدین و ہستی

تعالیٰ: اقبال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



## انتساب

مہر آباد شریف (وزیر آباد) کے ان گوہر بارذروں کو سلام جن سے ہمیشہ میرا دامن  
لبریز رہا۔

عقیدت کے پھول اس ”فیض کے چشمے“ کے حضور جہاں سے راقم الحروف کی بیمار  
روح کو شفا ملی۔

مہر آباد شریف (وزیر آباد) کی ان گوہر بار صبحوں اور شاموں کو سلام جنہوں نے  
میرے دامن طلب کو کسی اور دروازے پر پھیلانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہونے دی۔  
فخر المشائخ، منبع علوم و فنون، مرکز عشق و مستی، ماحشی بدعت و ضلالت، راز دار  
اسرار لدنی، دور حاضر کے پیر رومی، شیخ القرآن، ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور صاحب  
ہزاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے فیض کے چشمے کو دل کی دھڑکنوں کا سلام۔  
آپ کا سایہ شفقت آج بھی میرے لئے پناہ عظیم ہے

اے کرم! اور کرم اور کرم اور کرم

عبدالحق ظفر چشتی

مصطفیٰ آباد لاہور

ستمبر۔ 1995ء



## فہرست

- 9 -1 ابتدائیہ
- 13 -2 منبع فیض
- 16 -3 منبع فیض قرآن پاک
- 23 -4 قرآن پاک کے شفا ہونے کی حدیث
- 24 -5 مملک امراض کیلئے آیات قرآنیہ
- 26 -6 شفاء بالقرآن
- 29 -7 قرآن پاک شفا بخش ہے۔
- 32 -8 قرآن پاک۔ فیض کا چشمہ بحکمتہ
- 38 -9 قرآن پاک کے صرف الفاظ سے شفا
- 43 -10 حصول اولاد کیلئے وظیفہ
- 47 -11 منبع فیض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات
- 61 -12 نیک و بد کا ہالہ (AURA)
- 75 -13 مزارات شہیدان ناموس رسالت
- 82 -14 ایک ذاتی واقعہ ایک ذہنی واقعہ
- 84 -15 ایک اور ذاتی واقعہ
- 85 -16 فیض کا چشمہ
- 86 -17 اپیل
- 86 -18 باؤلے کتے کے کالے کا حیرت انگیز واقعہ
- 90 -19 زبان کی تاثیر کا حیرت انگیز واقعہ



98	20-	ایک غلط فہمی کا ازالہ
98	21-	شاہ دولہ شاہ کے چوہے اور ان کی حقیقت
103	22-	شہیدان ناموس رسالت
107	23-	کرامت شہید
110	24-	”روحانی شفا خانے“ کا فیض
115	25-	مختلف بیماریوں کیلئے فیض کے چشمے
117	26-	چند فیض کے چشموں کی نشاندہی
125	27-	کینسر اور حضرت شاہ بقیم رحمۃ اللہ علیہ
127	28-	حضرت منگو پیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی
132	29-	بہرے کانوں کا درست ہونا
134	30-	ایمان افروز بات
135	31-	ڈنڈا پولیس اور خفیہ پولیس
137	32-	فیض کا چشمہ - ماں کے قدم
140	33-	لقوہ اور فالج
143	34-	فالج اور پولیو
150	35-	لقوہ
152	36-	پیشاب کی بندش - جلن اور گردہ کی تکلیف کا علاج
153	37-	علاج گاہیں اور معالجین کی رائے
156	38-	مرض میں کمی اور راحت و سکون
157	39-	روحانی شفا خانے



158	-40	خارش اور جلدی امراض
159	-41	پیٹ کے جملہ امراض
160	-42	بچوں کا سوکھاپن
162	-43	پیٹ کے جملہ امراض
163	-44	جسمانی جلدی امراض - اٹھراہ پر چھانواں
165	-45	درد گردہ
167	-46	چہرے کے کیل مہاسے
169	-47	قبر کی مٹی سے شفا
171	-48	مختلف امراض کی علاج گاہ
172	-49	نگلی ہوئی سوئی کا علاج
177	-50	ہر مرض کا علاج
180	-51	باؤلے کتے - ریح کا درد - آنکھوں اور ہر مرض کا علاج
183	-52	کلیام شریف اور بزرگان کلیام کا تذکرہ
191	-53	بے شمار امراض کا شفا خانہ
194	-54	علاقہ پوٹھوہار کے آستانوں پر حاضری
192	-55	آنکھوں کی تکلیف



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَ الْمَوَدَّاتِ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَ الْمَوَدَّاتِ  
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَ الْمَوَدَّاتِ



هو الغفور الحميد

۷۸۶ - ۹۲

## ابتدائیہ

”جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے“ راقم الحروف کی پہلی تحریر تھی۔ اہل نظروں کو اور اہل قلم نے میری اس نگارش کو جس انداز سے پذیرائی بخشی۔ یہ صرف اور صرف روحانی شفاخانوں کے معالجین اولیاء و اصفیاء حضرات رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عنایاتِ کریمانہ کا اعجاز ہے۔ ہزاروں خطوط تبصرے و نوازش ہوئے اور اس سلسلہ کو مزید جاری رکھنے کی چاہنتوں کا اظہار ہوتا رہا۔ اس حوصلہ افزائی پر میں نے یہ سفر جاری رکھا اور ”فیض کے چشمے“ کی صورت میں اس موضوع پر چند صفحات آپ کے ہاتھوں کے لمس کا اعزاز حاصل کرتے ہوئے، آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہیں۔ مجھے اہل کرم کی عنایات فراوان کی عطاؤس کا انتظار رہے گا۔

”جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے“ پر اہل نقد و نظر کے تبصرے بھی نظر سے گزرے۔ وہ اس نصفتِ التہار پر چمکنے والے آفتاب کے وجود سے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

میں نے ایک روز چمگاڈر کو دیکھا۔ وہ رات کے وقت پاگلوں کی طرح چکر کاٹ رہی تھی۔ کلیوں کی معصومیت اور پھولوں کے شباب کا نظارہ دیکھنے سے محروم، اسے خبر ہی نہیں تھی کہ دن کے تہرے سے نقاب کیسے اٹھتا ہے اور شبِ تار کے تاریک نقاب اٹھنے کے بعد



آفتاب کا چہرہ کتنا حسین ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان جملہ نظاروں سے محروم دن کے وقت ایک درخت پر الٹی لٹکی ہوئی ہے تو میں نے آگے بڑھ کر اسے پوچھا، تم الٹی کیوں لٹکی ہوئی ہو۔ اس نے جواب دیا کہ نور کے منکر کا یہی حال ہوتا ہے۔ نہ جانے وہ کس نور کی بات کرتی تھی۔

مجھے نور ازلی ذات باری کے مقدس کلام سے راہنمائی مل گئی۔ اس نے بتایا بَدِيعُ السَّنَوَاتِ وَالْأَمْراضِ ہی امراض کو پیدا کرتا ہے۔ وہی امراض کی شفا پیدا کرتا ہے لیکن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس حقیقت کے باوجود فرماتے ہیں۔ وَإِذَا أَمْرٌ مَرَضْتُ فَهُوَ كَيْتَفِينِ كَمَا مَرَضْتُ بِمَارٍ ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام جب اپنے خالق حقیقی کے حضور دست سوال دراز کرتے ہیں تو فرماتے ہیں اَلَيْسَ مَسْنَى الشَّيْطَانِ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔ کہ اے میرے رب مجھے شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔ حالانکہ ان سب کا فاعل حقیقی تو پروردگار خود ہے اور ساری دنیا کے لیے مثال مَوْجِدٍ شَخِصِيَّتِي ان کی نسبت غیر اللہ کی طرف کر کے بھی مشرک نہیں ہوئیں۔ دوسری طرف شفاء مطلق دینے والا جو شفا دینے میں کسی سہارے کسی سبب اور وسیلے کا محتاج نہیں۔ وہ بغیر اسباب و وسیلہ بغیر ادویات کے شفا دے سکتا ہے۔ لیکن جب حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کو شفا دینے پر آتا ہے تو حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کو حکم دیتا ہے۔ اَمْ كُفْرًا بِرَجْلِكَ هَذَا امَّغْتَسَلْتُ بَارِدًا وَشَرَبْتُ مَاءً يَمِينِي يَمِينِي اِيوب! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ تو یہ نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لیے۔



حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کی ٹھوکہ سے نکلنے والے پانی میں ہر بیماری کی شفا کی تصدیق و گواہی معلم کتاب و حکمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی میں موجود ہے اور وہ شفا صرف اس دورِ قدیم کے لیے مخصوص نہیں تھی بلکہ تا قیام قیامت اس کی شفا سے آدم علیہ السلام کی اولاد فیض یاب ہوتی رہے گی حضرت ایوب علیہ السلام کے بیمار قدموں کی ٹھوکہ سے زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپے ہوئے پانی کو ابل کر باہر آنا پڑا۔ ایک عظیم صابر شاکر شخصیت سیدنا ایوب علیہ السلام کے قدموں کو بوسہ دینے پر مجبور ہوا۔ قدرت نے پاؤں کی ٹھوکہ رائے نیک بندوں کے قدموں کے لمس سے پانی کے اجراء، پھر ان میں شفا کی موجودگی کے خوبصورت تذکرے کیے ہیں۔ جب یہ مثالیں قرآن و حدیث کی روشنی میں موجود ہیں اور ان سے شفا حاصل کرنے والے بڑی جلیل القدر شخصیتیں انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اہل عظام اور پوری امت مسلمہ فیض یاب ہو کر مشرک نہیں ہوئی تو ہم اس مبارک روش کی پاکیزہ راہ پر چلتے ہوئے اسی کے کرم سے جاری و ساری فیض کے چشموں سے فیض حاصل کر کے مشرک کیسے ہو گئے

فیا للعجب!

"فیض کے چشمے" میں بالتفصیل اس بات کو آگے بڑھایا گیا ہے کہ اصل منبع فیض و شفا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی ذات مسبب الاسباب ہے۔ وہ ذات خود ہی اسباب پیدا کرتی ہے۔ بلکہ ساری کائنات کا نظام ہی اسباب پر منحصر ہے۔ خود اس کی ذات حاوی ہے۔ لیکن ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کو منتخب فرما کر مبعوث فرمایا۔



فیض کے چشمے میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی فیض محفوظ کر دیا گیا ہے ان میں سے کچھ اشیاء اطباء اور حکماء کا موضوع کچھ ایلوپیتھی ڈاکٹروں کا موضوع ہیں اور کچھ ہمارا موضوع ہیں۔ ہم انہیں روحانی شفا خانے یا فیض کے چشموں سے یاد کرتے ہیں۔

قارئین محترم سے درخواست ہے کہ فیض کے چشمے کے مطالعہ سے کہیں مصنف کی لغزش دیکھیں تو بندہ عاصی سمجھ کر معاف فرماتے ہوئے آگاہ فرمائیں اور اگر اس کتاب کے مطالعہ سے کوئی فیض مل جائے تو یہ فیض ان عظیم شخصیات کی عنایات کریمانہ کی عطا ہے جن کے تذکرے سے میری نکارشات کو حسن قبول ملا۔

دعاجو: عبدالحق ظفر چشتی مصطفیٰ آباد لاہور



## منبع فیض

اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہے۔ وہ خود ہی منزلیں متعین کرنے والا ہے اور خود ہی منزلوں تک پہنچانے کے لیے راستے بنانے والا ہے۔ منزلوں تک راہنمائی کرنے والے راستوں کو چاہے کی خوشبو سے مہرکانے والا ہے۔ اس کے کرم کے انداز ایسے خوبصورت اور دلفریب ہیں کہ عقل کائنات گم ہو کے رہ جائے اور سمجھ میں کچھ نہ آئے فلسفی دم بخود ہیں کہ زیر تریاق کیسے بنتا ہے، مہنور کنارہ کیسے بنتا ہے لیکن بنتا ہے، غم راحت کیسے بنتا ہے، لیکن بنتا ہے، بس یہی وہ راز ہے جو کسی کی سمجھ میں آنے والا نہیں۔ راکھ کی پٹریا شفا بن جائے اور سیم و زر کے ساتھ تلنے والی ادویات بے کار ہو جائیں، بتاؤ، کوئی ہے جو اس اسرار سے پردہ کشائی کرے، وہ کون ہے جو ترشیوں میں شفاء پیدا



کرتا ہے اور مٹھا اس کو زہر بنا دیتا ہے۔ اگر کوئی اس راز کی زلف کو سلجھانے کی بجائے اس طرف سفر کرے کہ فاعل فیض صرف اس کی ذات ہے اور منبع ہائے فیض صرف اسی کے بنائے ہوئے ہیں، وہ کب شفا دیتا ہے، کہاں سے شفا دیتا ہے، کیسے شفا دیتا ہے۔ یہ صرف اسی کے اختیار میں ہے۔ اگر یہ نکتہ کسی کی سمجھ میں آجائے تو پھر وہ ہمارے ساتھ چلے شک و ریب کی دلدل سے نکلنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔ باقی تمام راستے تباہی و بربادی کے ہیں۔ دین بھی برباد، دنیا بھی برباد۔

جن حضرات کے اذہان و قلوب نے اس نکتہ کو سمجھ لیا، وہی ہمارے مخاطب ہیں کہ منبع ہائے فیض میں ہر وہ چیز شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات نے تخلیق کیا، بلکہ خود اس کا اپنا کلام معجز نما بھی شفا ہے اور مخلوقات میں سے اس کے رسول مقبول حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بھی شفا بخش ہے، آپ کے ارشادات بھی شفا ہیں۔ اس کے علاوہ نباتات، جمادات، حیوانات، ادویات، جراحی بوٹیاں، ہوائیں، فضا میں، غرض کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جس سے اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی کو فیض نہ دیا ہو۔ انہی اشیاء میں کچھ ہمارا موضوع ہیں، کچھ اطباء و حکماء کا موضوع ہیں، ایلو پیتھی ڈاکٹروں کا موضوع ہیں، ہومیو پیتھی ڈاکٹروں کا موضوع ہیں۔ غرض فکر ہر کس بقدر ہمت اوسعت۔ ہر غوط زن منبع ہائے فیوض و برکات کے سمندروں میں غوط زن ہے اُسے جو کچھ بھی ہاتھ آجاتا ہے۔ وہی اس کے ایمان میں تازگی پیدا کرنے میں معاون بنتا ہے وہ اسی جو سر کو اپنی کائنات سمجھتا ہے اور اسی کے حسن میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ اُس کے حسن کی رعنائیوں سے



لوگ بھی مستفید ہوں۔ دولت حسن کی فراوانی سے وہ خود بھی مسحور رہتا ہے اور  
 اس سحر میں ساری کائنات کو بھی گم کرنا چاہتا ہے۔ کئی لوگوں کو ہم نے دعویٰ  
 کرتے دیکھا ہے کہ اتنے دن میں یہ ہو جائے گا اور اتنے دن میں یہ ہو جائے گا  
 شاید اس کی یہی وجہ ہے، اور اگر اس کی یہ وجہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ منع شفا صرف  
 اسی جوہر کو سمجھ رہے ہیں جو اسے کہیں سے مل گیا ہے تو یقیناً جانے وہ راستے  
 سے بھٹک گیا ہے۔ ہم اس راستے کے راہی نہیں ہیں۔ ہمارا راستہ صرف  
 اس منع فیض اور فاعل حقیقی کا راستہ ہے اور ہم اسی راستے پر لے کر دنیا  
 کو چلانا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جس نے ہمیں جسمانی امراض کے روحانی  
 شفا خانے "ترتیب دینے پر آمادہ کیا اور" فیض کے چشمے "لکھنے کے  
 لیے انگیزت کیا۔



## منبع فیض — قرآن پاک

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: **وَنُنزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا** (۱۷۴) اس آیت مبارکہ کے ضمن میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن جلد پنجم میں تحریر کرتے ہیں :-

”قرآن پاک کا قلوب کے لیے شفا ہونا، شرک و کفر اور اخلاقِ رذیلہ اور امراضِ باطنہ سے نفوس کی نجات کا ذریعہ ہونا تو کھلا ہوا معاملہ ہے اور تمام اُمرت اُس پر متفق ہے اور بعض علماء کے نزدیک قرآن کریم جس طرح امراضِ باطنہ کی شفا ہے (اسی طرح) امراضِ ظاہرہ کی بھی شفا ہے کہ آیاتِ مبارکہ پڑھ کر مریض پر دم کرنا اور تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا امراضِ ظاہرہ کے لیے بھی شفا ہوتا ہے۔ روایات حدیث اس پر شاہد ہیں۔ تمام کتب حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سفر میں تھی کسی کاؤس کے رئیس کو بچھو نے کاٹ لیا۔ لوگوں نے حضرات صحابہ سے پوچھا کہ آپ اس کا کچھ علاج کر سکتے ہیں تو انہوں نے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا مریض اچھا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس عمل کو جائز قرار دیا۔

اسی طرح دوسری متعدد روایت و احادیث سے خود حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معوذات پڑھ کر دم کرنا ثابت ہے اور صحابہ و تابعین سے معوذات اور آیات قرآنیہ کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا اور لکھ کر گلے میں ڈالنا ثابت ہے جس کو اس آیت کے تحت قرطبی نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے:

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر منظری میں تحریر فرماتے ہیں: جلد، مفتاح، آیہ مبارکہ مندرجہ بالا ملاحظہ فرمائیے۔ آپ لکھتے ہیں: "کفر و جہالت کی بیماری کے لیے شفا اور دلوں کی تاریکی کو دور کرنے والی روشنی ہے۔ روحوں کی کثافت کو دور کرنے کے لیے جلا ہے۔ قلبی اور نفسانی میل کو صاف کرنے والی ہے اور اندرونی اخلاقِ رذیلہ کو دفع کرنے والی ہے۔ اس صورت میں "من" بیانہ ہوگا۔ بعض علماء کے نزدیک "من" بتبعیضیہ ہے اور شفا سے مراد امراضِ جسمانی کی شفا یعنی قرآن کا کچھ حصہ مثلاً سورۃ فاتحہ وغیرہ جسمانی بیماری کو دور کرنے والا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا عَلَيْكُمْ بِالشِّفَاءِ مِنَ الْعُسْلِ وَالْقُرْآنِ یعنی تم دونوں اسبابِ شفا کو اختیار کرو۔ شہد اور قرآن، ظاہر ہے کہ شہد بعض جسمانی بیماریوں کی دوا ہے اور شہد کے ساتھ قرآن کا ذکر بھی ہے۔ اس لیے کہنا پڑے گا کہ قرآن بھی جسمانی امراض کی شفا ہے۔ اگر اس موضوع پر تفصیل سے لکھا جائے تو بے شمار دفتر ختم ہو جائیں۔ لیکن بات مکمل نہ ہو ہم نے صرف دو اربابِ علم و دانش کی آراء کو نقل کرنے



پر انحصار کیا ہے اور ہر دو حضرات اپنے اپنے مکتبِ فکر کے تسلیم شدہ نمائندے ہیں۔ ان کے حوالہ جات سے اور احادیثِ مقدسہ کے حوالہ سے سورۃ فاتحہ اور قرآنِ پاک کی دیگر آیاتِ مقدسہ کے شفا ہونے کا ذکر آپ نے ملاحظہ فرمایا: سورۃ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک نام شفا بھی ہے یعنی امراض سے شفا دینے والی۔ ہم قارئین کے ذوقِ ایمان کو جلا دینے کے لیے دورِ جدید کا ایک عظیم مشاہدہ پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں، حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیے:-

تر بیت العشاق ملفوظات قطب الاقطاب حضرت شاد محمد ذوقی  
رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ شہید اللہ فریدی۔ کپتان واحد بخش سیال، سید شریف الحسن  
صاحبان ص ۲۲۹، ۲۳۰۔

"ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر زین العابدین جو جامعہ ملیہ دہلی میں پروفیسر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امریکہ گئے۔ وہاں بعض لوگ ہم سے دریافت کرنے لگے کہ صوفی اور روحانی لوگ کون ہوتے ہیں۔ چونکہ مجھے زیادہ علم نہ تھا، میں نے ان سے کہا، وہ تعویذ وغیرہ لکھتے ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو کچھ پڑھ کر پانی پر دم بھی کرتے ہیں۔ جس کے پینے سے بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے اور دریافت کیا کہ وہ کیا پڑھتے ہیں میں نے کہا، سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، انہوں نے کہا، اچھا آپ سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ ہم اس کے تاثرات کے فوٹو لیں گے۔ ان کے پاس ایک خاص کیمبرہ تھا جس سے وہ فضا کے تاثرات کا عکس لیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے تین چار دفعہ سورۃ فاتحہ سُنی اور فوٹو لے کر تاثرات دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا، عجیب بات ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے وہی اثرات



پیدا ہو جاتے ہیں جو ہمارے سینٹی ٹوریم میں ہیں یہ سینٹی ٹوریم ہسٹم نے  
 سائنٹیفک طریقہ پر تیار کیا ہے جس میں مختلف قسم کے نظاروں، آوازوں  
 وغیرہ کو یکجا جمع کر کے اس کے اندر ایک ایسی صحت آور فضا پیدا کر دی گئی ہے  
 کہ مریض اس کے اندر رہ کر اثرات کی بدولت بغیر دوا کے اچھا ہو جاتا ہے۔  
 اس سلسلہ میں حضرت اقدس نے مزید فرمایا کہ جو کچھ انسان پڑھتا ہے اس  
 کے تاثرات فضا میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے سالک کو چاہیے کہ وہ عبادت  
 کا مکہ بالکل علیحدہ رکھے اور اس کے اندر کسی کو داخل نہ ہونے دے۔ اس  
 میں صرف مصلیٰ ہونا چاہیئے اور اسے ہمیشہ متفضل ہونا چاہیئے تاکہ کسی دوسرے  
 کے تاثرات اس میں شامل نہ ہوں اور مکہ اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ اس میں لپیٹ  
 سکے اور اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے۔ یا پھر عبادت جنگل میں کرنی چاہیئے  
 کہ وہ مقام بھی تاثرات (غیر) سے مبرا ہوتا ہے۔“

دورِ جدید جن فضاؤں کی تلاش میں ہے اور ان کی تحقیق و تدقیق میں  
 سرگرداں ہے۔ ان فضاؤں کے حصول کے لیے لاکھوں کروڑوں ڈالر خرچ  
 کر رہا ہے اور تاثرات جمع کر رہا ہے اور ایسا ماحول پیدا کرنے میں مصروف  
 ہے جس میں مریض کو بٹھا دیا جائے تو مریض بغیر دوا لیے صحت یاب ہو جائے  
 وہ فضا میں وہ اثرات وہ ماحول ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن ہم ان سے  
 فیوض اور فوائد حاصل کرنے کی بجائے آپس میں دست بگریباں ہیں کہ آیا یہ  
 تاثرات ہیں بھی یا نہیں۔ ہائے افسوس۔ اس بد نصیب دولت مند پر جس  
 کے پاس دولت موجود ہو لیکن اپنی دولت سے بے خبر ہو اور کاسٹ گڈنی لیے  
 در بدر کی کھٹو کریں کھاتا پھرتا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ امریکہ والے سینٹی ٹوریم بنانے  
 میں اگر کامیاب ہو گئے تو ہمارے مریض ان سینٹی ٹوریمز میں علاج کرانے کیلئے



لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ضرور پہنچ جائیں اور اپنے گھر کی عظیم دولت سے بے خبر رہیں گے۔

ہمارے بزرگ کہانی سنایا کرتے تھے کہ پرانے زمانے میں ایک تاجر تجارت کی غرض سے کسی دوسرے ملک جانے کے لیے روانہ ہوا چونکہ اس زمانے میں لوگ پیدل سفر کرتے تھے اس لیے وہ بھی پیدل ہی جا رہا تھا کہ ایک لٹیرا بھی اُس کے ساتھ ہو لیا۔ اُس نے پوچھا بھئی کہاں جا رہے ہو۔ تاجر نے اپنا مقصد بیان کیا۔ اس نے کہا میں بھی اسی غرض سے جا رہا ہوں۔ دونوں اکٹھے سفر پر روانہ ہو گئے۔

جب رات ہوئی تو چور کہنے لگا، ہم دونوں تھکے ہوئے ہیں اور ہمارے پاس دولت بھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں سو جائیں اور کوئی چور آکر ہماری دولت سمیٹ کر لے جائے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے ایک جاگ کر پہرہ دے اور دوسرا آرام سے سو جائے۔ تاجر نے کہا۔ اچھا پہلے تم آرام کرو، ہمیں بعد میں آرام کر لوں گا اور جب وہ سو گیا تو تاجر نے اپنا بٹوہ خاموشی سے اس کی جیب میں ڈال دیا اور آدھی رات کے وقت اُسے بیدار کیا اور کہا کہ بھئی اب تم پہرہ دو اور میں کھوڑی دیر کیلئے آرام کر لوں۔ چور اُٹھ کھڑا ہوا اور تاجر سو گیا۔ تاجر کو گہری نیند سوتے دیکھ کر چور اس کی تلاشی لینے لگا کہ رقم کہاں رکھی ہے اور وہ بٹوہ کہاں ہے تاکہ اس کے سوتے میں نکال لوں اور چلتا یمنوں ہزار کوشش کے باوجود اُسے بٹوہ نہ مل سکا۔ تھک ہار کر بہانہ بناتے ہوئے اُس نے تاجر کو اٹھایا کہ بھئی مجھے بہت نیند آرہی ہے، میں جاگ نہیں سکتا، تم اُٹھو اور پہرہ دو۔ تاجر اُٹھ کھڑا ہوا اور چور سو گیا۔ چور کے سونے کے بعد تاجر نے بٹوہ آرام سے



اس کی جیب سے نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔  
 جب صبح اُٹھ کر سفر پر روانہ ہونے لگے تو چور نے پوچھا: بھٹی بٹوہ  
 ہمارا محفوظ ہے ناں، تاجر نے جیب سے نکال کر دکھا دیا کہ ہاں یہ رہا بٹوہ  
 چور بہت حیران ہوا کہ یہ جیب تو میں نے دو تین بار دیکھی تھی۔ بٹوہ اس میں  
 سے کیسے نکل آیا۔ دل میں کہا: اچھا آج کی رات سہی۔

دوسری رات پھر ایسا ہوا۔ پہلے چور سویا۔ تاجر نے اپنا بٹوہ اس کی  
 جیب میں ڈال دیا۔ نصف رات کے وقت چور کو اٹھایا اور خود سو گیا۔ اس  
 کے سونے کے بعد چور نے اس کی خوب تلاشی لی۔ لیکن اُسے کچھ نہ ملا۔  
 آخر تھک ہار کر چور نے سونے سے پہلے تاجر کو بیدار کیا اور خود سو گیا۔ اس  
 کے سونے کے بعد تاجر نے پھر خاموشی سے اس کی جیب سے بٹوہ نکال  
 لیا۔ جب صبح دونوں سفر پر روانہ ہونے لگے تو چور نے بٹوہ کے بارے میں  
 پوچھا تو تاجر نے اپنی جیب سے بٹوہ نکال کر دکھا دیا۔

آخر دو تین راتیں جب ایسا ہوتا رہا تو چور سے نہ رہا گیا۔ اور اس نے  
 اپنا آپ ظاہر کیا اور پوچھا: بھٹی یہ بتاؤ کہ تم رات کو بٹوہ کہاں چھپاتے تھے۔  
 اس نے کہا: بے وقوف جب تم میری جیبیں ٹٹول رہے ہوتے تھے اس وقت  
 بٹوہ تو تمہاری اپنی جیب میں ہوتا تھا۔ اگر تم پہلی رات ہی پہلے اپنی جیب دیکھ  
 لیتے تو اتنی مصیبت نہ اٹھانا پڑتی اور پھر اتنی مایوسی بھی نہ ہوتی۔

ہمارا حال بھی اس بے وقوف چور جیسا ہے کہ دولت ایمان، دولت  
 قرآن، دولت محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر مرض کی دولت شفاء ہمارے  
 پاس موجود ہے وہ جملہ سینٹی ٹوریز مفت میں ہمارے ہاتھ آئے ہوئے ہیں  
 لیکن کتنے بدنصیب ہیں ہم کہ ان سے غافل ہو کر اغیار کے سینٹی ٹوریز تک



رسائی کے لیے لاکھوں روپیہ اور اپنی صدائیں ضائع کرتے پھرتے ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں انجیبا سے مٹی کے چراغ

گھر کے خورشید پہ ڈال دیے رسائے سم نے

حضرت پیر محمد کرم شاہ الاظہری مدظلہ تفسیر ضیاء القرآن میں سورہ یونس کی

آیہ مبارکہ نمبر ۵ کے تحت تحریر فرماتے ہیں آیہ مبارکہ درج ذیل ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِينُ عِظَّةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا  
فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ .

آپ فرماتے ہیں :-

”تازہ ترین تحقیق تو یہ سامنے آئی ہے کہ جو اشک ہماری آنکھوں سے

نہیں بہتے وہ معدے میں تیزابیت پیدا کرتے ہیں اور مقعد سے پھش کی

صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ اگر روحانی بیماریوں کا علاج نہ کیا جائے تو وہ

جسمانی بیماریاں بن کر آئندہ کے لیے روگ بن جاتی ہیں، کیا یہ بین الاقوامی حقیقت  
نہیں ہے۔“

#### EMOTIONS LEADS TO LESEONS

”کہ جذبات امراض کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر کمیوں نہ بیشتر بیماریوں کو

روحانی بیماریوں کی بنیاد سمجھ کر ذہنی و روحانی سکون پہنچایا جائے۔ وہ وقت

دور نہیں کہ مشرق و مغرب کے فرنگی اور سنیاسی مرض کے روحانی پہلوؤں کو

زیادہ اہمیت دینے لگیں گے۔“

حضرت محترم پیر صاحب نے جس امید و توقع کا اظہار کیا۔ اس کا

اظہار ہو چکا ہے۔ جسا گذشتہ حوالہ تزیین العشاق قطب الاقطاب حضرت

شاہ محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔

86547



کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ ہم چلیلاتی دھوپ اور پریشان کن جلس اور  
 جھلسا دینے والی گرمی کے ماحول سے اگر کسی ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں آجائیں تو  
 یک لخت تمام جلس اور جھلسا دینے والی گرمی کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں  
 اس طرح جب ہم کسی ایسے ماحول میں داخل ہوتے ہیں جہاں ہمہ وقت ذکرِ  
 الہی و ذکرِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فضا معمور رہتی ہے تو ہمارے  
 روح و جسم کے جملہ امراض اپنی راہ لیتے ہیں۔

## قرآن کے شفا ہونے کی حدیث

حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ  
 ”ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے  
 بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
 عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینے میں درد رہتا ہے آپ  
 نے فرمایا قرآن پاک پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں  
 ارشاد فرمایا ہے: **وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ** اس حدیث کی شاہد حضرت  
 واثل بن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو ہیثمی نے شعب الایمان میں  
 بیان کیا ہے۔ وہ روایت یوں ہے :-

حضرت واثل بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ  
 رسالت پناہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حلق میں  
 درد رہتا ہے تو آپ نے فرمایا: قرآن پاک پڑھا کرو۔  
 صاحب تفسیر نعیمی حضرت محترم مفتی محمد احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے



تحریر فرمایا: کہ ہر ظاہری و باطنی، جسمانی و جنائی اور روحانی بیماریوں سے شفا ہونا۔ اس میں سوز و گداز اور درد دل پیدا ہونا کہ پڑھنے اور سننے والے کو ترپا دے۔ قرآن پاک کی خصوصیات میں شامل ہے۔ دوسری آسمانی کتابوں میں یہ صفات نہ تھیں۔ (تفسیر نعیمی جلد ۱۱ ص ۳۷۰)

قرآن پاک کے شفاء جسمانی و روحانی پر گفتگو کے سلسلہ میں حقائق و شواہد اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کتاب کا دامن انہیں سمیٹنے سے قاصر ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آیات قرآنی کے خواص و فوائد پر مشتمل ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی ہے جس کے خلاصے اور تراجم بھی بازار میں آچکے ہیں خواہش مند حضرات اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

دور حاضر میں چند مہلک امراض نے دنیاۓ طب کو بہت حد تک مایوس کر رکھا ہے۔ ہم قرآن پاک کے منبع فیض کے حصہ کے آخر میں الحاج شیخ محمد حاقظ بلستانی کی شب و روز کی محنت و عرق ریزی کا ثمر آیات مبارکہ سے متعارف کراتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی کو کینسر یا اس قسم کے کسی بھی موذی مرض نے آیا ہو تو وہ درج ذیل آیات مبارکہ مسلسل چالیس روز تلاوت کرے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ عاجلہ عطا فرمائے گا۔

- ۱- وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ - ۱۷
- ۲- وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ لَشِفَاءٍ لِّی - ۲۶
- ۳- وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِمِينَ - ۲۳
- ۴- اَمِّنْ یُّحییُّ الْمُضْتَرَّ إِذَا دَعَاہُ وَیُکْشِفُ السُّوءَ - ۲۷
- ۵- قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ - ۲۱
- ۶- وَ اٰیُوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اِنِّیْ مُسْتَضِیْعٌ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ - ۲۱



- ۷- رَبِّ اِنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ - ۱۰
- ۸- لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ - ۲۱/۸۷
- ۹- فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ - ۲۱/۸۸
- ۱۰- اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ - ۱۱/۵۷
- ۱۱- حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ - ۳/۱۷۳
- ۱۲- وَتَوَكَّلْ عَلٰى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا - ۲/۸۱
- ۱۳- اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا - ۳۹/۳۶
- ۱۴- هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ - ۲۲/۷۸
- ۱۵- الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - ۱
- ۱۶- نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ - ۸
- ۱۷- بَارِكْ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ - ۱۷
- ۱۸- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ - ۱۸
- سورہ فاتحہ اور آیتہ الکرسی میں بھی تمام بیماریوں کی شفا کے لیے لے لیا  
تاثیر موجود ہے۔



## شفاء بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں شہد کی مکھی کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا ہے یَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۗ ۱۶۶۹ یعنی اس کے پیٹ سے رنگ برنگ مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے گویا شہد کی مکھی کے پیٹ سے نکلنے والے مشروب میں شفا ڈالنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اب اگر کوئی طیب یا معالج اس مشروب کو کسی بیمار کی کسی عیلت کے لیے استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے شفا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ضروری نہیں کہ اس میں جو شفا رکھی گئی ہے وہ ہر وقت ہر مریض کے لیے شفا کا باعث بھی ہو۔ اس لیے کہ شفا ملنے کا وقت بھی معین ہے۔ بلکہ اس وقت کے تعین کی شاید یہی وجہ ہے کہ کوئی شہد ہی کو وجہ شفا نہ سمجھ لے۔ اگر یقین محکم ہو کہ اس میں شفا ڈالنے والا اس سے یقیناً شفا عطا فرمائے گا تو پھر یقیناً ملتی ہے۔ اس کی شہادت خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے۔

ایک صحابی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کو پیش لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے شہد کھلاؤ۔ اس نے شہد کھلایا، تو تکلیف بڑھ گئی۔ اس نے دوبارہ عرض کیا حضور! بھائی کی تکلیف میں اتنا تو بجا ہے اضا فر ہو گیا ہے۔ آپ نے



فرمایا: اُسے شہد کھلاؤ۔ اُسے شہد کھلایا گیا تو مرض اور بڑھ گیا جب اس نے تیسری بار عرض کیا کہ حضور تکلیف تو مزید بڑھ گئی ہے تو آپ نے فرمایا تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ جاؤ اس کو شہد کھلاؤ۔ انہوں نے تیسری بار شہد کھلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی کو شفاء کا ملہ عطا فرمائی۔

گویا یہ تعلیم دی گئی کہ اس میں شفا موجود ہے اور یقیناً موجود ہے اس کے استعمال سے اگر مرض بڑھ گیا ہے تو یہ پیٹ کا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا اور جس میں رب ذوالکرم والا احسان نے خود شفا کا ذکر فرمایا ہے اس سے یقیناً شفا ملے گی۔ یہی اسلام کا بنیادی نکتہ ہے۔ یہ نکتہ ذہن تک رسائی حاصل کرنے کو کفر و شرک کی جڑیں خود بخود ہی کھوکھلی ہو جائیں گی۔

شہد کی مکھی کی ایک صفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ الذَّبَانُ كَلِّهَا فِي النَّارِ يَجْعَلُهَا عَذَابًا لِأَهْلِ النَّارِ إِلَّا التَّحْلُ انوار (اصول بحوالہ قرطبی) یعنی دوسرے تکلیف دینے والے تمام جانوروں کی طرح مکھیوں کی تمام قسمیں جہنم میں جائیں گی۔ جو وہاں جہنمیوں پر بطور عذاب مسلط کر دی جائیں گی۔ مگر شہد کی مکھی جہنم میں نہیں جائے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دنیا سے حقارت کی ایک عمدہ مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا شَرَفٌ لِّبَاسُ بَنِي آدَمَ لُعَابٌ دُودَةٌ وَ أَشْرَفُ شَرَايِهِ مَا جِئِعَ تَحْلَةً یعنی انسان کا بہترین لباس کائنات کا سب سے چھوٹا کیڑا (ریشم) کا لعاب ہے اور انسان کا نفیس ترین اور لذت بخش مشورہ ایک شہد ہے جو ایک مکھی کا فضلہ ہے (یعنی شہد کی مکھی)



غرض شہد سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے کہ اس میں شفا ہے  
 اسی آیہ مبارکہ کے تحت صاحبِ تفسیر منظرہ ی ارشاد فرما ہیں۔  
 ”شہد کے علاوہ کوئی شفا بخش دوا ایسی نہیں کہ ہر قسم کے پھلوں اور پھولوں  
 کا خلاصہ کھینچ کر اس میں آگیا ہو۔ ہر دوا کا ایک مزاج اور خاصیت ہوتی ہے۔  
 شہد ہی ایک ایسی چیز ہے جو فصل کے اختلاف اور پھلوں اور پھولوں کے تنوع  
 کے لحاظ سے اپنے اندر مختلف خاصیتیں لکھتا ہے۔ پس شہد کا ہر مرض کے لیے  
 شفا ہوتا بجائے خود صحیح ہے۔۔۔۔۔ ہر شہد ایک کیفیت کا حامل بھی نہیں ہوتا  
 کسی میں گرمی زیادہ ہوتی ہے، کسی میں کم، بعض شہد قالج، لقوقہ اور بڑے  
 بڑے موذی امراض میں بہت مفید ہوتے ہیں، بعض کم مفید ہوتے ہیں۔ بلکہ  
 بعض بالکل فائدہ نہیں دیتے۔ اسہال کو روکنے کے لیے بھی شہد مفید ہوتا ہے  
 اور جاری کرنے کے لیے بھی۔ فاسد مادہ کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور  
 فاسد غذائی مادہ کو نکال پھینکنے کے بعد قبض بھی کر دیتا ہے۔ غرض شہد  
 مقوی بھی ہے، مفرح بھی۔ اچھی غذا بھی ہے اور عمدہ دوا بھی۔ — جتنے  
 فوائد شہد کے اندر ہیں۔ وہ دنیا کی کسی چیز کے اندر نہیں۔ حقیقت میں شہد  
 مجموعاً ضد ہے۔



## قرآن پاک شفا بخش ہے

گذشتہ صفحات میں قرآن پاک کے حوالہ سے مختلف اشیاء میں شفا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن بغور جائزہ لیا جائے تو قرآن پاک جہاں دنیا بھر کے مسائل میں ہماری راہنمائی فرماتا ہے وہاں اس کے عظیم فائدوں میں ایک فائدہ جسمانی امراض سے شفا بھی ہے۔ ہم ذیل میں چند تجربہ شدہ وہ آیات مبارکہ نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں جن سے مختلف امراض میں خصوصاً اور یقیناً شفا ملتی ہے۔

### حدتِ بصر اور آنکھوں کے درد کو دور کرنے کے لیے

یہ دعاسات بار پڑھ کر دم کرنے سے آنکھوں کی جلن اور درد دور ہو جاتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ  
كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ط وَاِنْ لَّيْكَادُ  
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْا نَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ  
اِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

### صفراوی بخار کے لیے مجرب

صفراوی بخار جس میں پیاس بہت محسوس ہوتی ہے اور مریض بخار



میں بار بار پانی طلب کرتا ہے۔ برف مانگتا ہے۔ مگر پانی پیتے ہی فوراً قے ہو جاتی ہے اور جوں جوں پانی پیتا ہے آگ آگ پکارتا ہے۔ انتہائی بے چینی ہوتی ہے۔ ایسے مریض کے لیے یہ آیات مبارکہ لکھ کر گلے میں ڈالیں انشاء اللہ فوراً تسکین ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . رَبُّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ یُعْشِی النَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَسِیْبًا وَّ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ النُّجُومُ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ اَلَا لَہٗ الْخَلْقُ وَاَلَا مَرَدٌ تَبَارَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۝

## ناف کا ٹلنا

اگر ناف ٹھیک نہ ہوتی ہو تو قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ لکھیں اور موم جامہ کر کے زیر ناف باندھیں

وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہُمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِہُمْ سَدًّا  
فَاَعْشَیْہُمْ فَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝

## ہر قسم کی تکلیف اور بیماری کیلئے مجرب سات سلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَبِّ رَحِیْمٍ ۝  
سَلَامٌ عَلٰی نُوحٍ فِی الْعَلَمِیْنَ ۝ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ ۝ سَلَامٌ  
عَلٰی مُوسٰی وَہٰرُونَ ۝ سَلَامٌ عَلٰی اِلٰیْلِیْسِیْنَ ۝ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ  
طِبْتُمْ فَاَدْخَلُوْہَا خَلِیْدِیْنَ ۝ سَلَامٌ ہِیَ مَطْلَعِ الْفَجْرِ وَسَلَامٌ  
عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ ۝



یہ مذکورہ آیات مبارکہ اور دیگر بے شمار آیات جمیدہ صدیوں سے اہل اللہ کے تجربات کی نشاہد ہیں کہ دنیا کو قرآن پاک سے شفا ملتی ہے۔ اگرچہ اس کے فیوض و برکات میں سے ایک بالکل ایسا شعبہ ہے جو لاکھوں یا کروڑوں حصّہ کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کے فیوض و برکات کے بے شمار شعبے ہیں۔ دنیا بھر کی جہاں بانی سے لے کر دنیا بھر کے علوم کا منبع اور ساری دنیا کے معاشی، تمدنی، سیاسی، فقہی قانون کے بے شمار علوم کا مرکز ہے ان میں سے اس کے الفاظ سے ہر قسم کی بیماریوں کی شفا بھی حاصل کی گئی ہے۔ اس لیے ہم نے منبع فیض کے طور پر سب سے پہلے اسی کا انتخاب کیا ہے۔



## قرآن پاک فیض کا چشمہ

دورِ حاضر ابتلا و امتحان کا دور ہے۔ ایک طرف غربت و افلاس اور  
 نکبت و تکدر نے پنچے گاڑے ہوئے ہیں تو دوسری طرف بے یقینی تشکک  
 اور عدم اعتمادی کا دور دورہ ہے اور تیسرا سب سے بڑا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے  
 کہ اپنے دین کے شعار پر پختہ یقین ختم ہو رہا ہے۔ نوجوان نسل میں ایسے نوجوانوں  
 کی کمی نہیں جنہیں جدت پسندی کے اژدھے ڈس چکے ہیں اور وہ قرآن پاک  
 تک کو بدفہم تنقید بنانے سے گریز نہیں کر رہے اور وہ بلا جھجک کہہ دیتے  
 ہیں۔ اجی قرآن عربی صرف عرب والوں کے لیے ہے۔ ہمارے ہاں عربی میں کیوں  
خواہ مخواہ وہ زبان جو ہماری ہی نہیں۔ اس کو کیوں سیکھیں سمجھیں اور بے سوچے  
سمجھے حرزِ جاں کیوں بناتے پھر رہے۔

جس بچے نے کالج کے میدان میں فلسفہ مودودیت سے سبق حاصل کیا  
 اور اسے ذہن نشین کر دیا گیا ہو کہ پیاسا پانی پانی کی ایک ہزار تسبیح نکال لے تو  
 کیا اس کی پیاس مٹ جائے گی۔ حکیم کا نسخہ گلے میں تعویذ بنا کر ڈال لیا جائے  
 تو کیا آرام آجائے گا۔ اگر انتہائی شدید سردی کے موسم میں لحاف لحاف پکارتا  
 رہے تو کیا لحاف کے الفاظ میں اتنی گرمی ہے کہ وہ سردی سے بچا سکے۔ ہاں پانی  
 پانی کی ایک سو تسبیح نکالنے والا اگر دو گھونٹ پانی حلق سے پیئے اتار لے۔  
 تو اس کے جگر کی آگ ٹھنڈی ہو جائیگی حکیم کے نسخے کا تعویذ بنانے کی بجائے نسخے



کے مطابق ادویات لی جائیں اور ان کو استعمال کیا جائے تو آرام آجائے گا۔ اور انتہائی سردی کے عالم میں لحاف لحاف کا ورد پکارنے کی بجائے صرف دو تین کلو روٹی والا لحاف لے کر اوڑھ لیا جائے تو سردی ختم ہو جائے گی، اب جو شخص ان بودی سی مثالوں سے ہی گھائل ہو چکا ہو۔ وہ اگر مسعود کھد پوش اور دیگر ایسے ہی لوگوں کی طرح نماز کو اردو میں پڑھنے پر کیوں تیار نہ ہو جائیں گے۔ اب ان مغربیت زدہ کور مغزوں کو کون سمجھائے۔ بھٹی ایسا نہیں ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ پیاسا بار بار پانی پیتا ہے۔ پھر بھٹی اس کی پیاس نہیں مٹتی۔ پھر اگر پانی پانی تسلیج پڑھنے سے پیاس نہ مٹے اور پانی پینے سے بھی پیاس نہ بجھے تو اس کا کیا علاج ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ نظر اسباب پر نہ رکھی جائے۔ نظر مسبب الاسباب پر رکھی جائے۔ وہ چاہے۔ تو مرض استسقاء میں مبتلا کر کے منو پانی سے بھی پیاس نہ بجھنے دے اور لاگر کرم فرمائے تو پیاس کے ہوتے ہوئے بھی روزہ کی حالت میں پانی کے ٹھنڈے مشروبات کی موجودگی میں بھی ان کی طرف آنکھ اٹھانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہونے دے اور پانی پئے بغیر ہی پیاس کی شدت کم کر دے۔

اور جہاں تک نسخے کے استعمال کا تعلق ہے تو بھٹی! ہمارے نزدیک صرف نسخے پر اعتماد کرنا بھی کفر ہے، کسی نسخے پر اعتماد کرنا بھی کفر ہے۔ کسی گولی، کسی کیپسول اور کسی انجیکشن میں کہاں شفا پائی جاتی ہے۔ اگر نسخہ استعمال کرنے سے ہی شفا مل سکتی تو کتابوں میں نسخوں کی بھرمار ہے۔ تیار شدہ نسخے بھی مل جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنی اپنی بیماری کے مطابق نسخے لے، استعمال کرے اور بس، شفا یاب ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ہونا ممکن نہیں، اگر ہو جاتا۔ تو



بات بن جاتی جملہ میڈیکل کالج، میڈیکل یونیورسٹیاں بند ہو جائیں۔ اس لیے کہ ہر نسخے میں یقینی شفا ہونے اور اُسے استعمال کرنے کی صلاحیت ہونے کے بعد کسی طبیب، حکیم اور ڈاکٹر کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ یہ سارا فلسفہ ہی بے بنیاد ہے۔ اصل شفا نسخے میں ہے اور نہ اس کے استعمال میں ہے۔ شفا کسی اور کے ہاتھ میں۔ وہ ایک مریض کے لیے جس نسخے میں چاہے شفا ڈال دے اور اگر چاہے تو بغیر نسخے کے بھی صرف کسی کی دعا خیر سے ہی شفا دے دے۔

جب تک یہ حقیقت سمجھ میں نہ آئے۔ اس وقت تک تو فلسفہ موزودیت کی چھاپ ذکر و ذہن پر اثر پذیر رہتی ہے۔ اگر یہ چھاپ اتر جائے تو پھر مگرئی نقطہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ پھر اس ذات سے وابستہ اور قریب جو چیز جو شخص جو ذات جو جگہ ہوئی اُس سے جو شخص جو جگہ ہوگی۔ اس سے بھی اس بڑھ جائے گا۔ اُسے اس کے قرب سے بھی لذت ملے گی۔ سکون ملے گا، آرام ملے گا اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام کا بھی یہی عالم ہے ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے معاشرے میں عربی کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ نہ صحیح طریقے سے پڑھ سکتے ہیں۔ نہ سمجھا سکتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں پھر بھی عربی سے سب سے زیادہ پیار ہونا چاہیے کہ حضور رحمت کائنات معلم علم و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ أَحِبُّوا الْعَرَبَ لثَلَاثِ لِأَنِّي عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ کہ میں عربی ہوں، اللہ تعالیٰ کا کلام عربی ہے اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔

پھر حیرت ہوتی ہے کہ پانی پانی کی رٹ اور نسخہ نسخہ کہنے والے حضرات کی نظر سے مخاطب اول قرآن پاک وجہ نزول قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد



کیسے دور ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک کے سادہ پڑھنے سے بھی اجر و ثواب ملتا ہے اور اس کے حروف کے پڑھنے میں دس دس نیکیاں ہیں اور صرف الحروف پڑھ لینے سے تیس نیکیوں کے اجر و ثواب کا استحقاق ملتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ بچوں کو مستقبل کے معماروں کو ابتدا ہی سے یہ تعلیم دی جائے کہ بچو! اس کا پڑھنا اجر و ثواب کا حق دار بنانا ہے۔ اس کا سننا بھی باعثِ راحت و رحمت ہے اس کو بغور پڑھنا دنیا و جہاں کی حکمرانی کا راستہ دکھانا ہے۔ اس پر عمل دنیا و آخرت کو سنوارتا ہے۔ نجات دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی و رضا کا سبب بنتا ہے۔

مصطفیٰ آباد لاہور جت بستی ابھی دھرمپورہ کے نام سے موسوم تھی۔ اس بستی میں میری آمد ۱۹۶۲ء کے اوائل کی ہے۔ پھر اس کے بعد دو چار سال کے ابتدائی عرصہ میں ایک نوجوان میرے حلقہٴ محبت میں آیا، قریب ہوا اور پھر قریب تر ہوتا چلا گیا۔ مجھے فخر ہے کہ مصطفیٰ آباد لاہور میں میری شناسائی چند ایسے لوگوں سے ہوئی جو محبت و الفت اور خلوص و مروت کے پیکر ہیں۔ ان میں سے ایک نوجوان محمد جاوید اقبال چشتی صابری ہے۔

۱۹۸۲ء میں یہ پیپسی کولا میں سیلنز مینجر کی حیثیت سے تعینات تھے کہ معاملات دنیا کے کچھ مسائل میں پھنس گئے۔ ڈپریشن کا شکار ہوئے۔ اس نے اعصاب پر بھرپور تسلط جما لیا اور بولڈ پریشر کے مریض ہو گئے۔ اس مرض نے اتنا طول پکڑا کہ دن میں دو دو تین تین بار یو۔سی۔ ایچ میں داخل ہوتا پڑتا۔ بلکہ مرض اس قدر بڑھا کہ یہ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ڈاکٹروں کی سمجھ میں بات نہ آتی تھی کہ تہرار علاج کے باوجود ان کا بی پی تارمل کیوں نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے لو تو لگی ہوتی تھی



جب بڑے ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کی سمجھ جواب دینے لگی تو فطرت منادی نے آکر کان میں ایک بات کہہ دی۔ جاوید! تمہیں خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَتُنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۱۷۸ یعنی اور ہم قرآن پاک میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لیے رحمت اور شفا ہے اور وہ ظالموں کے لیے سوائے نقصان کے کچھ زیادہ کرتا۔ تو تو شافی مطلق کے مقدس

کلام سے رجوع کیوں نہیں کرتا، جو ہر امر شفا بھی ہے اور رحمت بھی اور اسی فرمان الہی میں ہے۔ يَخْرُجُ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ

شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ط ۱۶ اور اس (شہد) کی مکھی کے اندر سے ایک شربت

نکلتا ہے جو مختلف رنگ کا ہوتا ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے لہذا آؤ! قرآن پڑھو، شہد پیو، پھر دیکھو اس مرض سے شفا کیسے نہیں ملتی۔

جاوید صاحب کہتے ہیں کہ میں نے روزانہ تین چار پارے پڑھنے شروع کر دیئے اور شہد کا استعمال شروع کر دیا۔ چند ہفتوں میں ڈپریشن بھی گئی۔

بی پی بھی نارمل ہو گیا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

ہم قوم کے ذہن پر دستک دیتے ہیں کہ آؤ واپس لوٹ آؤ۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام عام پانی عام نسخے کی طرح کا نہیں۔ اس کے معانی اگر کائناتِ ارضی و سماوی کے اسرار و رموز سے آشنا کرتے ہیں تو اس کے الفاظ بھی روحانی و جسمانی امراض سے شفا دیتے ہیں۔

جاوید صاحب نے مزید بتایا کہ میں مصطفیٰ آباد، مدنی روڈ کے آخر میں جس مکان میں رہائش پذیر ہوں۔ اس مکان میں شاید کسی چیز کا سایہ ہے دیواروں پر کہیں کہیں چھوٹے بچے کا پاؤں لگا ہوا نظر آتا تھا۔ لیکن اہل



خانہ نے جاوید صاحب سے اس کا سبھی تذکرہ نہ کیا کہ وہ ایسی باتوں پر اکثر جھڑک کر رکھ دیتے ہیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ عین چھت پر جہاں پنکھا آویزاں ہے اس کے ساتھ ایک چھوٹے بچے کا پاؤں بڑی خوبصورتی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اہل خانہ نے جاوید صاحب سے کہا، جناب یہ دیکھیں کہ یہ پاؤں کا نشان کیسا ہے؟ جاوید صاحب حیران ہو گئے۔ اس مقام تک کسی کا پہنچنا، بچے کو الٹا کر کے اتنی صفائی سے پاؤں لگوانا ممکن نہیں، متفکر تو ہوئے لیکن بچوں پر اس کے اثرات ظاہر نہ ہونے دیے۔

جاوید صاحب کہتے ہیں میں نے ایک دوست ملک صاحب کو یہ پاؤں دکھایا تو وہ مجھے والٹن مدینہ کا لونی میں لے گئے۔ رات کافی بھیک چکی تھی۔ مولانا صاحب دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے ایک کتاب نکالی۔ اس میں ایک فیہیجی رکھی۔ اس کو مضبوط باندھا اور مجھے مضبوطی سے تھام کر رکھنے کو کہا، اور کہا کہ میں کچھ پڑھتا ہوں، کتاب کو پھرنے نہ دینا۔ لیکن ان کے پڑھتے پڑھتے میری ہزار کوشش کے باوجود کتاب پھر گئی۔ یہ عمل کوئی تین بار دہرایا گیا اور ہر بار میں کتاب کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ آخر مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کل یہ یہ چیزیں لے آئیں۔ میں دم کر دوں گا اور یہ سایہ وغیرہ دوبارہ گھر میں کبھی نہ آئے گا۔ نہ بچوں کو خوفزدہ کرے گا۔

مولانا صاحب کی باتیں حیران کن تھیں اور قابل یقین بھی۔ لیکن میرے نہاں خانے میں سوئے سوئے میرے اندر کے جاوید سے کسی نے کہا۔ جاوید! یہ سارے علاج بجا سہی لیکن ذرا قرآن پاک کی طرف رجوع کر کے دیکھو، آیا اس تکلیف کا علاج بھی اس میں موجود ہے یا نہیں۔



دوسرے روز صبح سے میں نے حسب معمول قرآن پاک پھر ہاتھ میں لے لیا اور سابقہ دستور کے مطابق تلاوت کلام پاک شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ نشان بھی ختم کر دیا اور اس کے بعد بھی کبھی کسی ڈراؤنی شکل نے ڈرانے کی کوشش نہیں کی اور نہ کبھی کسی کے پاؤں کے نشانات نظر آئے۔  
الحمد للہ۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام معجز نما ہے یہ ہر اعتبار سے باعثِ کرم و عنایت ہے۔

یہی وجوہات ہیں کہ ہمارے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سر یا مجسمہ قرآن پاک کی تفسیر تھے وہ جہاں قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے وہاں وہ قرآن پاک کی آیات مبارکہ بیماریوں تکلیفوں دیتے تھے اور خود بھی پڑھ کر پھونکتے تھے مادی وسائل کے لیے قرض کی ادائیگی اور دیگر کسی آیات کی تلاوت کا سبق دیتے تھے۔

## قرآن پاک کے صرف الفاظ سے شفا اور خود

### صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

اس حوالہ سے چند احادیث کا ذکر کافی معاون ثابت ہوگا  
۱۔ طبرانی نے صغیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دفعہ نماز کی حالت میں بچھونے کاٹ لیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بچھوپر خدا کی لعنت۔ یہ نہ کسی نمازی کو چھوڑتا ہے نہ کسی اور کو، پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اور جہاں بچھونے کاٹا تھا وہاں آپ نمکین پانی ملتے جاتے تھے اور قل یا ایہا الکفرون، قل هو اللہ احد، قل اعوذ برب



الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے جاتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر یہ دعا پڑھتے تھے أَعِيذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَأَمَّةٍ یعنی میں تم کو اللہ تعالیٰ کے بے عیب کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظر بد سے۔

(بخاری، مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

۳۔ حضرت عثمان ابن العاص الثقفی رضی اللہ عنہ کے متعلق، مسلم، موطا طبرانی اور حاکم میں تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں۔ مجھے ایک درد محسوس ہوتا ہے جو مجھ کو مارے ڈالتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنا سیدھا ہاتھ اس جگہ پر رکھو جہاں درد ہوتا ہے پھر تین مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور سات مرتبہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ پھیرو کہ أَعُوذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس چیز کے شر سے جس کو میں محسوس کرتا ہوں اور جس کے لاحق ہونے کا مجھے خوف ہے۔

موطا میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ حضرت عثمان ابن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد میرا درد جاتا رہا اور اسی چیز کی تعلیم میں اپنے گھر والوں کو دیتا ہوں۔

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے



اگر پوچھا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بیمار ہو گئے ہیں؟  
 آپ نے فرمایا، ہاں۔ انہوں نے کہا يَسْمَعُ اللّٰهُ اَشْرَاطِكُمْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ  
يُوَدِّعُكُمْ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيكُمْ بِاسْمِ اللّٰهِ  
اَشْرَاطِكُمْ "میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے  
 جو آپ کو اذیت دے اور ہر نفس اور حاسد کی نظر کے شر سے اللہ تعالیٰ آپ  
 کو شفا دے۔ میں اس کے نام پر آپ کو دم کرتا ہوں۔"

اس سے ملتی جلتی ایک روایت مسند احمد میں حضرت عبادہ بن صامت  
 رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے۔  
 میں عیادت کے لیے گیا تو آپ کو سخت تکلیف میں پایا۔ شام کو تو آپ  
 بالکل تندرست تھے میں نے اس قدر جلدی تندرست ہو جانے کی وجہ  
 پوچھی تو آپ نے فرمایا، حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے  
 چند کلمات پڑھ کر دم کیا اور آپ نے پھر حضرت عبادہ بن صامت کو قریب  
 قریب وہی الفاظ سنائے جو اوپر والی حدیث میں نقل کئے گئے ہیں۔  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مسلم اور مسند احمد میں ایسی  
 ہی روایت نقل کی گئی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت سیدہ ام المومنین حضرت  
 حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 میرے ہاں تشریف لائے۔ میرے پاس اس وقت قریشی خاندان بنی عدی کی  
 ایک ہماری عزیزہ عورت شفا بنت عبد اللہ تشریف فرما تھیں جو ہجرت سے  
 پہلے ایمان لاپکی تھیں جو بھڑیا مکھی وغیرہ کے کاٹے کا دم کیا کرتی تھیں حضور  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سکھا دو جو



حضرت شقابت عبد اللہ کی یہ روایت امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے کہ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے حقد کو جس طرح لکھنا پڑھنا سکھایا ہے۔ ذباب اور سانپ بھر کا جھاڑنا سکھا دو۔

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ بیمار ہیں اور یہودیہ عورت ان کو دم کر رہی ہے۔ اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ شریف پڑھ کر دم کرو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جو بخاری، مسلم مسند احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں منقول ہے اور اس کی تائید بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی کرتی ہے۔

اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ایک مہم پر بھیجا جن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ یہ حضرات راستے میں ایک قبیلے کی بستی کے قریب جا کر ٹھہرے، قیام کیا اور قبیلے کے لوگوں سے کہا ہمیں کچھ کھانے کو دو۔ لیکن انہوں نے صحابہ کی میزبانی سے انکار کر دیا۔ اتنے میں قبیلے کے سردار کو بچھونے کاٹ لیا۔ وہ لوگ اس پریشانی کے عالم میں صحابہ کے پاس آئے اور آکر پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی دوا یا ایسا عمل موجود ہے جس سے تمہارے سردار کا علاج کر دو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ علاج تو ہمارے پاس ہے لیکن چونکہ تم ہماری میزبانی سے پہلے انکار کر چکے ہو۔ اس لیے جب تک تم کچھ دینا نہ کرو گے، تم تمہارے سردار کا علاج نہیں کریں گے۔ انہوں نے

سوا و ص



بکریوں کا ایک ریوڑ (بعض روایات میں ۳۰) دینے کا وعدہ کیا۔ حضرت  
 ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے جا کر سردار کے ڈسے ہوئے مقام پر سورہ  
 فاتحہ شریف پڑھنی شروع کر دی اور لعاب دہن اس پر ملتے رہے۔ آخر کار  
 بچھو کا اثر ذائل ہو گیا اور قبیلے والوں نے جتنی بکریاں دینے کا وعدہ کیا تھا  
 وہ لا کر دے دیں۔ مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپس میں صلاح  
 مشورہ کیا کہ ان بکریوں سے اس وقت تک فائدہ نہ اٹھایا جائے جب  
 تک معلم کتاب و حکمت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیا  
 جائے، نہ معلوم اس کام پر اجر لینا جائز بھی ہے یا نہیں۔

چنانچہ جب یہ لوگ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت  
 اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 نے ہنس کر فرمایا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ سورہ مبارکہ اس طرح دم کرنے  
 کے کام بھی آتی ہے، بکریاں لے لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔

بلکہ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو روایت  
 ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ اِنَّ اَحَقَّ مَا  
 اَخَذْتُ مِنْ عَالِيهِ اَجْرًا كِتَابَ اللّٰهِ يَعْنِيْ بِجَائِئِ اس کے کہ تم کوئی اور عمل  
 کرتے تمہارے لیے یہ بات زیادہ احسن اور بہتر و حق بات ثابت ہوتی کہ تم  
 اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر دم کیا اور اس کی اجرت وصول کی۔



## حصولِ اولاد کیلئے وظیفہ

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کیلئے تشریف لائے تو آپ سے حضرت امیر معاویہ کے ایک خادم نے کہا کہ میں بہت امیر آدمی ہوں لیکن میرے ہاں اولاد نہیں، مجھے کوئی چیز ایسی بتائیں، جس سے مجھے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: استغفار پڑھا کر۔

اس نے استغفار شروع کر دی اور روزانہ سو بار استغفار پڑھتا۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُسے دس

بیٹے عطا کئے۔ یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سہوئی تو انہوں نے اس شخص سے کہا: تو نے حضرت امام سے یہ دریافت کیوں نہیں کیا، کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے فرمایا۔ جب اس شخص کو حضرت امام صاحب سے دوبارہ نیاز حاصل ہوئے، تو اس نے آپ سے دریافت کیا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ تو نے حضرت ہود علیہ السلام کا قول نہیں پڑھا جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ يَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ

اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ارشاد فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے ارشاد فرمایا کہ میں نے کہا کہ اپنے



رب سے اپنے گناہ بخشواؤ اور معافی مانگو، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے بہترین نہریں نکال دے گا۔

گویا حصول اولاد کے لیے استغفار کا بکثرت پڑھنا قرآنی عمل ہے۔  
حوالہ کے لیے دیکھیں: تفسیر حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی تاج  
چھپتی ص ۳۶۴ سورہ ہود کی آیہ مبارکہ ۵۲

وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ  
عَلَيْكُمْ مِدْرًا مَّاءً أَوْ يَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا  
مُجْرِمِينَ ه ۵۲

مفسرین فرماتے ہیں کہ قوم عاد پر اکثر بارشیں بند رہتی تھیں اور قحط سالی کا نمونہ رہتا تھا۔ کیونکہ وہ مبنی علاقہ انتہائی مشرقی علاقہ تھا۔ جہاں خشکی زیادہ ہوتی تھی۔ اس وقت بھی جب آپ تبلیغ فرماتے تھے تین سال سے بارشیں نہیں ہوئی تھیں۔ اسی خشک سالی کی وجہ سے اول تو اولاد ہوتی ہی نہیں تھی اگر ہوتی تو سوکھی، سڑی، بیماری زدہ پیدا ہوتی تھی۔ اس لیے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں پہلے استغفار پڑھنے کا حکم عطا فرمایا کیونکہ استغفار کا وظیفہ رزق، اولاد، عزت اور خوشحالی کے لیے اکسیر ہے۔

اللہ کے نیک بندوں نے بائچھ عورتوں کے لیے ایک اور روحانی نسخہ لکھا ہے۔ اس نسخہ کے استعمال سے یقیناً اللہ تعالیٰ اولادِ نرینہ سے مستفید فرمائے گا۔ نسخہ حسب ذیل ہے۔



۲۱ خرموں اچھو باروں پر سات سات بار درود تاج شریف پڑھ کر دم کریں اور ہر روز ایک چھوہارا کھائیں۔ بعد از حیض طہر میں ہم بستریوں، انشاء اللہ تعالیٰ خدائے بزرگ و بزرگوار اپنے محبوب کی تعریف کے صدقے میں الادرینہ سے نوازے گا۔

وہ عورت جس کے حمل گرجاتے ہوں اس کے لیے سیاہ مرزح اور جواش پر ۷۰ مرتبہ یہ آبیہ کمر پڑھی جائے۔ شُوخَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ. فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

اس کے بعد سورہ کافرون اور سورہ مزمل ۷ بار، اللہ شرح ابار پڑھ کر دم کریں۔ حاملہ عورت سات عدد مرزح سیاہ اور تھوڑی سی جواش وضع حمل تک کھاتی رہے اور یہ نقش لکھ کر کمر پر باندھے۔

كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ فَلْيَنْظُرِ إِلَىٰ لِسَانٍ مِّمَّنْ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يُخْرَجُ۔ قَالَ اللَّهُ خَيْرٌ حَافِظٌ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ۔







# منہج فیض

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ذات







## منع فیض حضور کی ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن پاک کے بعد دنیا میں منع فیض کے طور پر سب سے بڑا فیض  
کا چشمہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے  
آپ کا نام پاک، آپ کا لعابِ دہن، آپ کے بال مبارک، آپ کا غسل  
مبارک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مختلف بیماریوں سے شفا  
حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا ہے، آپ کی ردا یعنی چادر مبارک بھی بیشمار  
فیوض و برکات کی حامل ہے جن میں سے چند ایک شواہد ایمان کی تازگی  
کے لیے بہت ضروری ہیں۔

### نام پاک میں شفا

حضور نبی کریم محبوب ربِّ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم  
گرامی لا تعداد اور بے حد و عد فیوض و برکات کا حامل ہے۔ کفر و ضلالت  
کی بیماریوں سے لے کر جملہ روحانی اور جسمانی امراض کے لیے شفا کا حامل  
ہے۔ پہلے ہم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کے مختلف  
پہلوؤں سے شفا کے حصول پر گفتگو کا جائزہ دیتے ہیں۔

### لعابِ دہن شفا ہی شفا

جو لعابِ دہن مرہمِ کلِ زمن اس کی تخلیقی قدرت پہ لاکھوں سلام



## لعابِ دہن اور پیٹ کا درد

حضرت ملاعب الدسنہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیٹ میں سخت درد ہو رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ درد سے چھٹکارا نصیب ہو جیسے ہی بارگاہِ بے کس پناہ میں میرے پیٹ کے درد کا ذکر ہوا تو کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل نسخہ تجویز فرمایا فَنَدَّوَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْرَةً مِّنَ الْأَرْضِ فَتَقْلَ فِيهَا ثُمَّ نَادِلَ أَيَّاهُ فَقَالَ دَقُّهَا (أَيْ خَلَطَهَا) بِمَاءٍ ثُمَّ اسْقَاهَا أَيَّاهُ فَبَدَأَ يَعْنِي نَبِيَّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَمَ مِنْ زَمِينٍ سِوَيْهِ أَيْ لَعَابِ دِهْنِ دَالِ وَأَلَا أَوْ فَرَمَا: اس کو پانی میں گھول کر پلا دینا جب حسبِ ارشاد پلایا گیا تو پیٹ کے درد سے فوراً شفا مل گئی۔ (الخصائص الكبرى ج ۲ ص ۷۱)

## لعابِ دہن اور زخم

حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ میں سرورِ ٹانگوں پر تلواروں کی کاٹ کے بڑے گہرے زخم آئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انہیں حضور کی خدمتِ عالیہ میں اٹھا کر لے آئے۔ کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی نازک حالت دیکھی تو اپنا لعابِ دہن ان کے گہرے زخموں پر لگایا فَتَقْلَ عَلَى جُرْحِهِ فَلَمْ يُؤْذِهِ تُو فُورًا اِجْمَعًا ہو گئے۔

(حجة الله على العالمين ص ۲۲۴)

لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن  
کون بچائے بچاتے یہ ہیں



## لعابِ دہن اور آنکھ کی تکلیف

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جنگ کے دن میری آنکھ میں دشمن کا تیر لگا جس سے میری آنکھ بھوٹ گئی۔ سخت درد کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا :  
 فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَّعَا لِي فَأَذَابَتْ مِنْهَا شَيْءٌ، يَعْنِي  
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری آنکھ میں) اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور  
 دعا فرمائی۔ پس مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی اور آنکھ بالکل درست ہو گئی اور  
 اور میں کامل شفا یاب ہو گیا۔

۷ ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں روتی آنکھ منہ ساتے یہ ہیں

## لعابِ دہن اور سینے کا درد

جنگ احد میں حضرت کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہ کے سینے میں تیر لگا جس سے بڑا گہرا زخم ہو گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ قَبْدَاءً، يَعْنِي  
 نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا تھوک لگایا اور وہ فوراً  
 شفا یاب ہو گئے۔ (اسد الغابہ، ص ۲۵۰، شفا شریف)

## لعابِ دہن اور ہاتھ کا جلا ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وَأَذْكِيَاتِ الْقَدْرِ عَلَى  
 ذِرَاعِ مُحَمَّدِ بْنِ خَاطِبٍ وَهُوَ طِفْلٌ فَسَحَّ عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَتَقَلَّ







## لعابِ دہن اور لکنت اور دستِ کرم اور بال

حضرت بشیر بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عقبہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ میں روتا ہوا بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو حضور یتیموں و یتیموں کے ملجا و ماوا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بشیر کیوں روتے ہو کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میں تیرا باپ بنوں اور عائشہ تیری والدہ ہو یہ کہہ کر مجھے تسلی دی اور میرے سر پر ہاتھ مبارک رکھا جتنے بالوں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگا، وہ ساری زندگی سفید نہیں ہوئے۔ باقی سارے بال سفید ہو گئے۔ وَكَانَتْ فِي لِسَانِي عُقْدَةٌ فَتَقَلَّ فِيهَا فَتَخَلَّتْ، اور حضرت بشیر بن عقبہ کہتے ہیں کہ میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن شریف میرے منہ میں ڈالا، تو وہ میری ساری تکلیف دور ہو گئی۔

(انحصال الص الکبریٰ ج ۲ ص ۸۳)

## لعابِ دہن اور حضرت معاذ بن عفر کا کٹا ہوا ہاتھ

غزوہ بدر میں حضرت معاذ بن عفر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ابو جہل کے وار سے کٹ گیا اور جسم سے جدا ہو گیا۔ فَجَاءَ يَحْمِلُ يَدَهُ فَبَصَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَلَصَقَهَا فَلَصِقَتْ یعنی وہ وہ اپنا کٹا ہوا ہاتھ لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کریم و رحیم آقا نے انہیں مایوس نہیں فرمایا۔ آپ نے اس پر لعابِ دہن لگا کر ان کے جسم کے ساتھ جوڑ دیا۔ وہ کٹا ہوا ہاتھ اسی وقت جوڑ گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کٹا ہی نہ تھا۔ (شفا شریف ج ۱ ص ۲۱۳)



ہوتی ہے شفا دم میں دم آتا ہے یہی ہے محبوب خدا کا ہے کیا خوب شفا خاتمہ  
 دکھ درد میں لوگ حکیموں طبیبوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں مگر صحابہ  
 کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین طبیب کائنات حضور سرور کونین صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفا چاہتے ہیں۔ نہ شفا کا انتظار  
 کرنا پڑتا ہے اور نہ امید باندھنی پڑتی ہے۔ دواؤں کے استعمال سے یہ  
 یقین نہیں کہ شفا ہوگی یا نہیں، مگر لعابِ دہن رسول مقبول صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ لگاتے ہی شفا ہو جاتی ہے شفا خاتمہ  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو بھی پہنچا، اُسے جیسی بھی تکلیف ہو  
 اور جس طرح کی بیماری میں مبتلا ہو کر آیا۔ رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے کبھی لعابِ دہن لگا کر، کبھی دستِ رحمت پھیر کر اور کبھی ید اللہ والے  
 ہاتھ مبارک اٹھا کر ہر قسم کی تکالیف اور امراض سے شفا عطا فرمادی۔  
 میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

## موئے مبارک سے شفا

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری بیوی  
 نے مجھے پانی کا ایک پیالہ دے کر ام المومنین سیدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی  
 خدمتِ اقدس میں بھیجا، کیونکہ میری بیوی کا معمول تھا کہ گھر میں جب  
 کبھی کوئی بیمار ہو جاتا یا کسی کو نظر لگ جاتی تو وہ برتن میں پانی ڈال کر  
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کرتیں، کیونکہ ان کے پاس  
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک تھا جب میں پانی کا  
 پیالہ لے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا تو فاخر جت



یعنی حضرت بشیر بن معاویہ رضی اللہ عنہ جس مریض پر بھی ہاتھ پھیر دیتے، اس کو شفا ہو جاتی۔ (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۷۴)

## دستِ کرم اور رسولی

حضرت شمر بن جہیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی کے ہاتھ میں رسولی تھی۔ کئی جگہ سے علاج کرایا، لیکن شفا نہ ہوئی۔ وہ شفا خانہ نبوت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف رسولِ معظم اور طبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں عرض کی۔ آپ نے اپنا دست شفا ان کی رسولی پر رکھا اور ہاتھ مبارک گھمایا (چکر دیا) تو رسولی غائب ہو گئی اور شمر بن جہیل رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ (تواریخ جیب الہدٰی ص ۱۲۰)

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلائیے ہیں

## دستِ کرم اور برص

حضرت معاذ بن عفرار رضی اللہ عنہ کی بیوی کو برص کا مرض تھا وہ انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئے اور تکلیف بیان کی۔ فَمَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَأَذْهَبَ اللَّهُ الْبَرَصَ یعنی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ رحمت سے اپنے عصا مبارک کو ان کے جسم پر پھیرا تو برص کا مرض جاتا رہا۔ حضرت معاذ بن عفرار رضی اللہ عنہ کی بیوی شفا خانہ نبوت سے صحت یاب ہو کر گھر لوٹی۔



رائع نافع دافع شافع کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

## دستِ کرم اور ورم

حضرت سعد عبید بن عسیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی گردن پر ورم تھا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں جب ان کے ورم کی تکلیف ذکر کیا گیا فَجَعَلَ التَّبِيءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِيَمْسُحَهَا فَنَذَّهَبَ الْوَرَمُ (الخصائص الكبرى ج ۲۔ یعنی تو حضور نبی کریم روف الرحيم صلی علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گردن پر ورم کی جگہ ہاتھ پھیرا تو ورم فوراً جاتا رہا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقہؓ شفا یاب ہو گئیں۔)

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے اٹھالے جائے تھوڑی خاک اُنکے آستانے

## دستِ کرم اور بیمار اونٹ

حضور نبی الانبیاء حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ نبوت سے پہلے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ دورانِ سفر ایک جگہ بہت سارے اونٹ ایک وادی میں اکٹھے نظر آئے جو کسی بہت ہی مہلک بیماری میں مبتلا تھے جس بیماری کا کوئی علاج نظر نہ آتا تھا۔ ان کی ایسی مہلک بیماری کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگ ان کے پاس جانے سے گریز کرتے تھے حتیٰ کہ کوئی اور جانور بھی ان کے قریب نہ آتا تھا کہ

ناگہاں آں مغیثِ ہردو کون مصطفیٰ پیدا شدہ از بہرِ عون



مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنْتَ تُسِيكُهُ  
فِي جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَخَضَّحَفْتَهُ لَهَا فَشَرِبَاتٍ مِنْهُ -

(بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۱)

یعنی حضرت ام سلمہ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس مریض آتا تو  
وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نکالتیں جس کو  
انہوں نے چاندی کی تلی میں رکھا ہوا تھا۔ پانی میں موئے مبارک کو ڈال  
کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اُسے شفا ہو جاتی۔

### حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کا مجرب عمل

مقامِ حدیبیہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجامت بنوا  
کر تمام بال ایک سبز درخت پر پھینک دیئے۔ تمام صحابہ کرام درخت  
کے نیچے اکٹھے ہو گئے اور مبارک بالوں کو چھنے لگے اور ایک دوسرے سے  
چھیننے لگے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی چند  
بال حاصل کر لیے حضور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال  
کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر مریض  
کو پلا دیتی، جس سے اللہ تعالیٰ اُسے شفا عطا فرمادیتا (شواہد النبوة ص ۱۴۸)

### موئے مبارک اور شاہِ حرقل کا دردِ سر

شاہِ حرقل کے سر میں ہمہ وقت درد رہتا تھا۔ بڑے بڑے شاہی  
حکیموں سے علاج کرائے، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ خوش قسمت تھی اُسے حضور  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال مبارک مل گیا۔ اُس نے اُسے ٹوپی



میں سے کمر پہ رکھ لیا تو سر کا درد کا فور ہو گیا اور شفاءِ کامل ہو گئی۔  
 ہو سلسلہ الفت کا جسے زلفِ نبی سے  
 الجھے نہ کوئی کام نہ پابند بلا ہو

### دستِ کرم اور دھدر سے شفا

حضرت ابیض بن جمال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر دھدر (داد) تھی  
 وہ بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھی کہ ناک کو بھی چیر کر رکھ دیا۔ اس سے اُن  
 کے چہرے کا رنگ اور شکل تک بگڑ گئی۔

فَدَاعَاَهُ سُرَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ  
 فَلَمْ يَمَسْ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنْهَا اَشْرًا (التَّحْصُلُ الصَّغِيرُ ج ۲)  
 تو حضور نبی کریمؐ کی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک  
 اُن کے چہرے پر پھیر دیا۔ اور اُن کے حق میں دعا فرمائی۔ شام نہ ہونے پائی  
 کھٹی کہ اُن کے چہرے سے داد اور دھدر کا کوئی نشان باقی نہ رہا اور مکمل  
 شفا ہو گئی۔

### دستِ کرم سے لگنے والا ہاتھ بھی شفا بخش ہو گیا

حضرت بشیر بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ  
 آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے  
 میرے کریم و شفیق آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت اور محبت  
 سے اُن کے چہرے اور سر پر ہاتھ پھیرا جس کا اثر ہوا  
 فَكَانَ لَا يُمَسِّحُ شَيْءًا اِلَّا بَرَأِي



کہ اچانک ہر دو جہاں کے مددگار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی مدد کے لیے وہاں آ پہنچے۔ انہوں نے زبانِ حال سے پکار کر کہا ہو گا نہ جہڑے بد بخت تے ہون اڈے یار رسول اللہ تسی کڈے اونظراں اونہاں فے یار رسول اللہ نکماتے کچا میں وی اک راہ وچہ کھلوتا ہاں کدی نظر کرم میرے وی وڈے یار رسول اللہ جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے تو ان بیمار اونٹوں نے آپ کی قدم بوسی کی اور زبانِ حال سے نظر کرم فرمانے کی درخواست کی۔ تو چارہ کار و چارہ ساڈا اور بے کس نواز آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اترے اور اپنا دست مبارک ہر بیمار اونٹ کی پٹھ پر پھیرتے جاتے اور وہ مہلک بیماری زدہ اونٹ فوراً شفا یاب ہو گئے۔ (احیاء القلوب ص ۴۵)

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن تو بڑھ کے لیتے قدموں کی اترن مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

## قمیص مبارک اور شفاء

ابن عدی محمد جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ستان بن طلق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا بطور تبرک عطا فرما دیجئے میں اسے حصول برکت کے لیے اپنے پاس رکھوں گا۔

محمد بن جابر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص مبارک کا ایک ٹکڑا مجھے میسر آیا یغسلہا للمریض یستشفى بہا یہ قمیص کا ٹکڑا مریضوں کو دھو کر پلایا جاتا، تو بیمار اس کی برکت سے شفا یاب ہو جاتے۔

ح ۱  
(خصائص الکبریٰ ص ۱۱۲)



## جِبِّہِ مَبَارِکِ اَوْ شِفَاءِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جِبِّہِ مَبَارِکِ تھا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَتُخَنُّ تَغْسِلُهَا لِلسَّرِضِيِّ يَسْتَشْفِي بِهَا وَهِيَ فَرَاتِي هِيَ كَرِ اس جِبِّہِ كُو حَضْرَتِ نَبِيِّ كَرِيمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هِنَا كَرْتِي تَخْتِي بِمِ اُسے دھو کر بغرض شفا مریضوں کو پلایا کرتے تھے اور انہیں شفا ہو جاتی تھی۔

اور ایک ایسا ہی طالسائی جبہ جو ایرانی طرز کا تھا جس میں دیبا کا ایک ٹکڑا جیب کی جگہ لگا ہوا تھا اور اس کے بازوؤں پر دیبا کے کف لگے ہوئے اور اُسے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد وہ جبہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُسے دھو کر مریضوں کو پلاتیں تو مریضوں کو شفا ہو جاتی۔ (انوار محمدیہ ص ۳۲۵)

جذباتِ تشکر : حضرت علامہ مولانا عطاء الرحمن چشتی گولڑوی۔

جامعہ رحمانیہ غازی روڈ لاہور کینڈا کا

ممنون ہوں کہ انہوں نے اس مضمون کے حوالہ سے راقم الحروف کی معاونت کی۔



# نیک و بد کا ہالہ AURA

## سائنسی دنیا کا روحانیت کی طرف مائل ہونا

زیر نظر کتاب "فیض کے چشمے" بالکل آخری مراحل میں تھی اور کاتب صاحب نظر ثانی میں لگائی غلطیوں کی اصلاح میں مصروف تھے اور میں ان کے سرہانے بیٹھا "فیض کے چشمے" کو جلد از جلد آخری شکل دینے کے لیے کہہ رہا تھا عصر کی اذان ہوئی، میں وضو کرنے لگا کہ باہر کسی نے گھنٹی دی۔ ڈاکے نے دو خطوط دیئے۔ ایک خط پر مرسل کا نام و پتہ موجود نہیں تھا اور یہ کسی کتاب کے صفحات نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۳۰، ۳۱ کے صفحات کی فوٹوسٹیٹ تھی کتاب کا نام بھی مرسل نے درج نہیں کیا۔ مہریں دیکھنے سے محسوس ہوا کہ یہ خط گجرات سے پوسٹ ہوا۔ موصوف اور میرے نام معلوم محسن نے اپنا نام نہ لکھ کر تو زیادتی کی ہے لیکن یہ جس کتاب سے لیے گئے ہیں۔ اس کا نام نہ لکھ کر بہت بڑی زیادتی کی ہے۔ ہر صوت ہر کام میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔ موصوف محسن کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اگر یہ مضمون "فیض کے چشمے" میں شامل نہ ہوتا تو شاید یہ کتاب بالکل ہی نامکمل رہ جاتی۔

گذشتہ صفحات میں ہم حضرت شاہ محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات تہ بیت العشاق سے ایک اقتباس پیش کر چکے ہیں جس میں امریکی سکالر



اور ڈاکٹر زین العابدین، پروفیسر ملیہ کالج دہلی کے حوالہ سے ایک واقعہ درج ہوا ہے۔ اس کے تناظر میں یہ مضمون پڑھیے۔

## ریڈیونک کیمرہ

دنیا میں موجود ہر شے کا وجود ایٹم سے مل کر بنا ہے جو ایک خاص فریکوئنسی اور تال پر تھرتھراتے رہتے ہیں۔ ایٹم کی تھرتھراہٹ (VIBRATION) سے جسم سے برقی لہروں کا اخراج کرتا ہے جسے ریڈی ایشن (RADIATION) کہتے ہیں۔

ریڈیونک کے معنی برقی لہروں کا کسی جسم سے اخراج، جن کی فریکوئنسی ریڈیو ویوز سے ملتی جلتی ہے۔ ریڈی ایشن + ریڈیو ویوز  
آکسفورڈ (انگلینڈ) دلا۔ ویئر لیبارٹریز (DIL-LA-WARE) کے ایک انجینئر مسٹر ڈی۔ لا۔ ویئر نے ایک ریڈیونک کیمرہ ایجاد کیا ہے جو خیالات کی فوٹو لے لیتا ہے۔ بلکہ اشیاء کی ایتھریل باڈی کی فوٹو اتار لیتا ہے۔ مسٹر ڈی۔ لا ویئر نے اس کیمرہ کے ساتھ کچھ تجربات کئے ہیں جو نہایت ہی دلچسپ اور ایک نئی سوزج دیتے ہیں۔

## تجربہ نمبر ۱

سب سے پہلا تجربہ چونکا دینے والا تھا۔ کیمرہ بنانے والے انجینئر کو اس انکشاف کا اس سے قبل علم نہ تھا۔

کیمرہ کے سامنے ہومیو پیتھی کی اکوناسٹ ۶ طاقت کی دو ایک شیشی ہیں گولیوں کی شکل میں رکھی گئی اور فوٹو اتارا گیا۔



فلم دھل کر جب سامنے آئی تو سب حیران رہ گئے بجائے اکونائٹ کی گولیوں کی شیشی کے اکونائٹ پودے کی تصویر پر پلٹ پر آگئی تھی۔ اس کی تشریح یوں ہے کہ اکونائٹ طاقت کی گولیوں کے ایٹم ایک فریکوئنسی اور تال پر تھر تھر ہٹ (VIBERATE) پیدا کرتے ہیں چونکہ اکونائٹ کی گولیوں میں موجود اکونائٹ کا جوہر اس پودے کا حصہ ہے جس سے یہ گولیاں بنائی گئی تھیں اور ایتھر کی لہروں کے ذریعے اپنے اصل مرکز پودے سے (دنیا کے چاہے کسی بھی حصہ میں اکونائٹ کا پودا ہو) رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے کیمرہ چونکہ ریڈی ایشن کی فوٹو اتار لیتا ہے اور سم یہ بھی جانتے ہیں کہ جوکل ہے، وہی جڑ ہے۔ لہذا بجائے گولیوں کی شیشی کے اکونائٹ پودے کی انرجی پیٹرن (ENERGY-PATTERN) کی تصویر اتار لی۔ یہی انرجی پیٹرن اکونائٹ کی گولیوں میں موجود اکونائٹ کے جوہر کا بھی تھا جوکل ہے وہی جڑ ہے۔

## تجربہ نمبر ۲

مسٹر ڈویٹر کی شادی بیس سال قبل ہوئی تھی۔ تجربہ کے طور پر دونوں میاں بیوی ایک روز کیمرہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عام قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ دونوں نے دل میں مضبوط تصور باندھ لیا کہ وہ دونوں نوجوان ہیں اور چرچ کے سامنے شادی کا جوڑا پہنے کھڑے ہیں۔ مسٹر ڈلاویٹر نے سوٹ پہنا ہوا تھا اور ان کی مسز سفید عروسی جوڑا پہنے ہوئے کھڑی تھی۔ اسی تصور کو قائم رکھ کر فوٹو لیا گیا۔

ٹیکٹو ڈھلوانے پر پلٹ پر جو فوٹو گراف آئی وہ بیس سال قبل کی شادی کے موقع کی تصویر تھی۔ دولہا دلہن عروسی جوڑا پہنے چرچ کے گیٹ کے سامنے



کھڑے ہیں۔ فوٹو صاف نہ تھا۔ مدغم سی تصویر تھی۔

## تجربہ نمبر ۳

ایک صاحب سے کہا گیا کہ وہ کسی شے کا مسلسل تصور باندھ لیں۔  
ہمہ وقت اُس شے کی طرف رہے اور تصور ٹوٹنے نہ پائے۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ ریڈیو تک کیمرے سے اُس کے تصور  
کی فوٹولی گئی۔ پلیٹ صاف کرنے پر ایک چھوٹا سا جیسی چاقو نکلا جو آدھا  
کھلا اور آدھا بند تھا۔ جب وہ پلیٹ اس شخص کو دکھائی گئی تو اُس نے  
اعتراف کیا کہ واقعی اس نے اسی طرح کے چاقو کا تصور کیا تھا۔

## تجربہ نمبر ۴

یہ تجربہ سب تجربوں سے انوکھا تھا۔ ایک ہی نل سے پانی کے دو گلاس  
بھرے گئے۔ چرچ کے ایک پادری کو بلا کر ایک گلاس اس کے سامنے  
پچھے ہوئے ٹیبل پر رکھا گیا اور دوسرا گلاس علیحدہ دوسرے ٹیبل پر رکھا گیا۔  
جو پانی کا بھرا ہوا گلاس پادری کے سامنے رکھا تھا اس پر پادری نے  
عیسائیوں کی مقدس کتاب بائبل سے دعائیں پڑھ کر پھونکیں۔  
بعد میں دونوں گلاسوں کو ایک ٹیبل پر اکٹھا رکھ کر ریڈیو تک کیمرے  
سے فوٹولی گئی، نتیجہ اس دفعہ بھی حیرت انگیز تھا۔

جو گلاس علیحدہ میز پر رکھا اس کی فوٹو اسی طرح گلاس کی آئی، لیکن  
جو گلاس پادری کے سامنے رکھا تھا اور جس پر اس نے دعائیں پڑھ کر  
پھونکی تھیں۔ اُس میں سے نور کی شعاعیں اس طرح نکل رہی تھیں جیسے  
رات کو بجلی کے بلب سے نکلتی ہوئی فوٹو گراف میں نظر آتی ہیں۔



دوسرے تجربے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب کسی شے کا تصور کیا جاتا ہے۔ دماغ سے دماغی قوت کی برقی لہریں نکل کر ایتھر میں اس کا جسم لطیف بنا دیتی ہیں جسے خیال کی تصویریں یا (THOUGHT FORMS) کہتے ہیں۔ جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

تجربہ نمبر ۴ سے ثابت ہوتا ہے کہ تندر و نیاز کی اہمیت ہے کسی بھی کھانے والی چیز پر خدائے بزرگ و بزرگ کا نام لے کر پھونکا جائے تو اس میں کوئی ایسی نورانی قوت شامل ہو جاتی ہے جسے عقل انسانی آج تک سمجھ نہیں پائی ہے۔

پرچھائیں عارضی ہوتی ہیں اور اس وقت تک رہتی ہیں جب تک کہ وہ جسم جس کی کہ پیداوار ہیں وہاں موجود ہے۔

اور یہ ریڈیو ایکٹیو ہوتی ہیں۔ انہیں (REMANENT) کہتے ہیں۔ اگر ان کے قریب مقناطیس لایا جائے تو عارضی طور پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کی پولاریٹی (POLARITY) اس جسم کے الٹ ہوتی ہے جو ان کی تخلیق کا باعث ہوتا ہے۔

ریڈیو ایکٹیو مادے پر روشنی ڈالنے سے شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور یہ شعاعیں شیشے کی دیوار سے نہیں گزر سکتیں۔

جب ہم کاغذ پر کوئی تحریر لکھتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ہماری ذات سے

نکلنے والی شعاعیں (DISEASE WAVES اور SYMPATHETIC WAVES)

بلکہ (NERVOUS WAVES, VITAL WAVES) بھی کاغذ پر منقلب

ہو جاتی ہیں اور یہ شعاعیں ان کیٹروں پر نقش (PATTERN) بناتی ہیں جو

ہم پہننے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں ذاتی شعاعیں کہتے ہیں۔



انہی لہروں کی مدد سے کسی گمشدہ شے یا شخص کا پتہ چلایا جاتا ہے یا  
مریض کی دوا بخوبی کی جاتی ہے۔ جادو ٹونہ کرنے والے بھی انہی ذاتی شعاعوں  
کی مدد سے اپنا کام کرتے ہیں۔

ریڈ ایکٹو مادہ سے شعاعیں نکلنے کا عمل (RADIATION) تب تک  
ہی ہے جب تک کہ وہ جسم وہاں موجود ہے۔ جس میں سے ریڈی ایشن نکل رہی ہے۔  
جبکہ ریچھائیں جسم کے وہاں سے چلے جانے کے بعد بھی کچھ عرصہ وہاں موجود  
ہوتی ہیں اور سورج غروب ہونے پر بھی وہاں ہوتی ہیں۔  
یہی لہریں پنڈولم پر بھی اثر انداز ہو کر اسے کسی ایک سمت گھومنے پر  
مجبور کرتی ہیں۔

## جسم کے چاروں طرف روشنی کا ہالہ AURA

لندن میں مجھے سکھوں کے گرد وارے جلنے کا اتفاق ہوا وہاں پر  
بابا نانک صاحب کی ایک نہایت پاکیزہ فوٹو دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی  
اس تصویر کے چہرے کے چاروں طرف نور کا ہالہ بنا ہوا تھا۔

یہ صرف فوٹو تک محدود نہیں جتنی ہر انسان بلکہ ہر جاندار کے جسم کے  
چاروں طرف مقناطیسی ہالہ AURA ہوتا ہے۔ روحانی لوگوں، مذہبی پیشواؤں  
کے جسم کے چاروں طرف نمایاں حالت سنہری رنگ کا ہوتا ہے اور عام  
لوگوں میں ان کی عادات و خصائل، رنگ، نسل کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

یہ اندرونی جسم لطیف کا نورانی پرتو (SUTLE INVISIBLE ASSE)  
(NNE) ہوتا ہے اس سے روشنی نکلتی ہے اور جاندار کے علاوہ بے جان  
(پتھر) اشیاء کا بھی ہالہ (AURA) ہوتا ہے۔



ایک فلسفی کا قول ہے۔ پتھر میں زندگی سوراہی ہے۔ نباتات خواب دیکھ رہی ہے اور انسان میں زندگی اپنے آپ سے آگاہ (BECOMING CONSCIOUS) ہو رہی ہے۔

انسان کے اجسام کا ہالہ (AURA) چھانچ سے لے کر کئی فٹ تک جسم کے باہر چاروں طرف ہوتا ہے۔

بدھ مت کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ ہاتھ بدھ کا ہالہ (AURA) دو سو میل اپنے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔

ہمارے دماغ میں بجلی کی لطیف لہریں پیدا ہوتی ہیں جو اعصاب کے ذریعے جسم کو حرکت میں لاتی ہیں۔

بجلی کی لہریں جسم میں ہر جگہ گردش کرتی ہیں اور ان کی موجودگی کی وجہ سے جسم کے چاروں طرف مقناطیسی فیلڈ پیدا ہو جاتی ہے۔

روسی سائنسدانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ جسم میں نہایت کمزور برقی رو بہتی رہتی ہے۔ بلکہ کلنز نے اپنے نوٹو گرافک کیمرو سے ہالہ (AURA) بھی مختلف ہوتا ہے۔ ڈر، خوف، بیماری اور حسد، بخل، لالچ، غرور اور تکبر جیسی روحانی بیماریوں کی حالت میں ہالہ (AURA) بھی مختلف ہوتا ہے۔

بلکہ ہالہ (AURA) کی مدد سے لالچی اور حاسد کو پہچانا جاسکتا ہے۔ بظاہر اس نے اپنے آپ کو کتنا چھپا کر کیوں نہ رکھا ہوا ہو۔

گر گرٹ کی طرح رنگ بدلنا، یہ محاورہ ہر کوئی جانتا ہے۔ گر گرٹ کے جسم میں بہنے والی برقی رو میں تبدیلی آنے سے اس کے ہالہ (AURA) میں تبدیلی پیدا ہو کر رنگت بدل جاتی ہے۔ عام طور پر گر گرٹ انسان کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ برقی رو میں تبدیلی پیدا ہو کر ہالہ (AURA)



میں تبدیلی آجاتی ہے۔

جن لوگوں نے تجربات کئے ہیں اور عمریں اس کھوج میں گزار دی ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمارے مادی جسم کے وجود میں آنے سے قبل ایک

اور جسم موجود تھا جسے لطیف (ASTRAL BODY OR ETHERAL BODY)

کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ کروڑوں برس کا عرصہ گزرنے پر جسم لطیف اپنے گرد مٹی کی تہہ جھاتا رہا اور جسم کثیف میں تبدیل ہو گیا بلکہ جسم لطیف کے فرم پر جسم کثیف کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

عام خیال یہی ہے کہ بیرونی جسم (جسم مادی) ہی سب کچھ ہے۔

موجودہ میڈیکل سائنس کا بیان ہے کہ ہر سات سال کے عرصہ کے بعد ہمارے جسم کے ذرات مکمل تبدیل ہو جاتے ہیں اور نیا جسم وجود میں آتا ہے۔ جسم کی یہ تبدیلی ممکن نہ تھی۔ اگر اندرونی جسم (جسم ایٹھری) فرم کے طور پر موجود نہ ہوتا۔ ورنہ جسم کے ذرات (مالیکیول) ہوا میں تحلیل ہو جاتے اور ان کی جگہ لینے کے لیے نئے مالیکیول پیدا نہ ہوتے۔

چہرہ باطن کا عکاس ہوتا ہے اور اکثر زبان کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ دیکھنے والا چہرے کو دیکھ کر پوچھ لیتا ہے کہ جناب خیر باشد! آج تو خوشی و مسرت کی بہار آئی ہوئی ہے۔ اس طرح غم و غصہ، شرم و زدامت، نفرت و حقارت، خوف و ڈر کی کیفیات چہرہ سے عیاں ہو جاتی ہیں۔ اس کا نام ہالہ (AURA) ہے۔ یہ وہ ہالہ ہے جو حضورؐ بہت عقل و شعور رکھنے والا بھی پڑھ لیتا ہے۔ تجربہ کار، تعلیم یافتہ اور منجھے ہوئے شخص کی آنکھیں اس ہالہ کی مزید عمیق گہرائیوں میں ڈوبنے کی صلاحیتیں رکھتی ہیں۔



وہ نیک و بد، اچھے بُرے کی تمیز نیکی و بدی، اچھائی و بُرائی کے ہالہ کو بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی تصدیق تجربہ نمبر ۴ سے مزید واضح ہوئی، کہ دو گلاس پانی ایک ہی تل سے بھرے گئے۔ لیکن ایک گلاس پر ایک نیک شخص جو ان کے مذہب میں نیکی و پارسائی میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کے دم کرنے سے اس گلاس میں نور کی شعاعیں اس طرح نکل رہی تھیں، جیسے رات کے بلب سے نکلتی ہوئی روشنی فوٹو گراف میں نظر آتی ہے تجربہ شاہد ہے کہ نیک کی صحبت مزاج اور فطرت تک میں تبدیلی لے آتی ہے۔ بدتر و بدترین اشخاص نیک لوگوں کی صحبت میں آئے، تو زندگی ہی بدل جاتی ہے چوروں، ڈاکوؤں اور راہزنوں کو کسی اللہ والے کی محفل کا ایک لمحہ اس کی کائنات بدل کر رکھ دیتا ہے حتیٰ کہ وہی چور ڈاکو اور راہزن لوگوں کے لیے راہرو ہادی بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک نیک فطرت شخص کی ذات کا ہالہ (AURA) ہے جو اتنا قوی و مضبوط اور اثر پذیر ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ میں آیا ہوا شخص واپسی کا راستہ بھول جاتا ہے۔ اسی طرح کسی نیک بُرے اور بدکار آدمی کے محفل میں آجانے سے محفل کا کاسا رنگ ہی بدل جاتا ہے کیفیت بدل گئی، محفل بے نور ہو گئی اور ساری محفل کا ذوق ہی ختم ہو گیا۔ گویا اس کی بُرائی کا ہالہ اس قدر قوی اور مضبوط تھا کہ اس نے ساری کیفیات ہی بدل کر رکھ دیں۔

گر گٹ کے رنگ کا بدلنا بھی شاید اسی وجہ سے ہے کہ وہ انسان کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے اور اس گھبراہٹ کی وجہ سے اس کے گرد جو ہالہ ظاہر ہوتا ہے وہ عام دوسری اشیاء کے ہالہ کی طرح لطیف نہیں ہوتا کہ نظر نہ آئے بلکہ بلکہ کثیف ہوتا ہوگا۔ جس کی وجہ سے وہ نظر آ جاتا ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں



کوششی کے ساتھ رنگ ہیں، لیکن اپنی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتے جس کے پاس ان کو دیکھنے کا آلہ ہوتا ہے۔ وہی دیکھ سکتا ہے۔ یہی حال کیفیات کا ہے جو ہر ایک کو نظر نہیں آتیں۔

موجودہ میڈیکل سائنس کا تجربہ جو گذشتہ صفحات میں اصل کتاب کے حوالہ سے درج ہوا ہے کہ ہر سات سال کے بعد ہمارے جسم کے ذرات مکمل تبدیل ہو جاتے ہیں اور نیا جسم وجود میں آتا ہے۔ ہم سائنس کے طالب علم نہ سہی لیکن ہم جس دنیا میں بستے ہیں ان تجربات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں یہی مشاہدے سائنس کی بنیاد ہیں۔ اس حقیقت سے سکول و کالجیادینی مدارس کے اساتذہ کرام کو یقیناً واسطہ زیادہ پڑتا رہتا ہے جو طلباء ہم سے پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ ان میں یقیناً کچھ وہ کچھ بھی ہوتے ہیں جو بہت ہی قریب رہتے رہے۔ لیکن جب وہ پانچ دس یا پندرہ سال بعد ملتے ہیں۔ تو ان کے چہرے کا ڈھانچہ اتنا بدلا ہوا ہوتا ہے کہ پہچان نہیں سکتے۔ ہمہ وقت قریب رہنے والے کو تو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن جو کبھی کبھی ملتے ہیں ہیں ان کے لیے یہ تجربہ و مشاہدہ یقیناً واضح ہے۔

اس کے علاوہ آپ اپنے بچپن، اپنے لڑکپن اور اپنی جوانی کی تصویریں دیکھیں کتنے انقلابات کا شکار نظر آئیں گی کہ ہم خود اپنی شکل دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ میری ہی تصویر ہے۔

یہ مشاہدات اس بات کا انکشاف کرتے ہیں کہ ایک عرصہ کے بعد نیا جسم وجود میں آتا ہے۔ بچپن میں انتہائی خوبصورت چہرے جوانی میں بعض اپنی بدکرداری کی وجہ سے قابل نفرت ہو جاتے ہیں اور بعض اپنی نیکی و پارسائی کی وجہ سے اتنی جاذبیت پیدا کر لیتے ہیں کہ دیکھتے ہی رہ جانے کی تمنا رکھتے ہیں۔



اگر ہماری اس کتاب "فیض کے چشمے" کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کے پس پردہ بھی یہی حقیقت پردہ کشا ہوتی ہے کہ اعلیٰ کردار شخصیتیں، نیک فطرت و نیک سرشت افراد اپنا پر نور ہالہ زندگی میں بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ اور جس جگہ بعد از وصال وہ مستقل قیام پذیر ہوتے ہیں۔ اس مقام پر اس پر نور ہالہ کی کیفیات موجود رہتی ہیں اور اس کا ثبوت حضرت طالوت علیہ السلام اور جالوت کے واقعہ میں قرآن پاک میں محفوظ ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّكُم إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (۲۴۸) ترجمہ :- اور کہا انہیں ان کے نبی نے کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق اس میں تسلی کا سامان ہوگا تمہارے رب کی طرف سے، اور اس میں سچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولادِ موسیٰ اور اولادِ ہارون اٹھا لائیں گے اس صندوق کو فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے۔ تمہارے لیے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

اگر اس آیت مبارکہ کے واقعہ کو چھوڑی کسی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا

بنی اسرائیل کو حضرت شموئل علیہ السلام نے فرمایا کہ طالوت (علیہ السلام) کی سلطنت کی ظاہری نشانی یہ ہوگی کہ جالوت سے معرکہ آرائی کے دوران تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کے آنے سے تمہاری گھبراہٹ اور خوف جاتا رہے گا۔ بلکہ تمہارے دلوں کو چین اور سکون بھی حاصل ہوگا اور اس سے طالوت علیہ السلام کی سلطنت کے بارے میں تمہارا تردد بھی ختم ہو جائیگا۔



لڑائی میں فتح کا راز ہی سکون قلبی کا باعث ہوتا ہے جس فوج اور لشکر کے اوسان خطا ہو جائیں شکست اس کا مقدر ہوتی ہے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات تھے۔ کچھ تو ان کی اپنی چیزیں جیسے عصا اور عمامہ وغیرہ اور کچھ وہ چیزیں جنہیں موسیٰ علیہ السلام بھی برکت کے لیے پاس رکھتے تھے۔ حضرت شموئل علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ وہ صندوق فرشتوں کی ایک جماعت جلوس کی ایک شکل میں اٹھائے ہوئے ہوگی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا نشانی چاہتے ہو۔ اگر تم میں تسلیم و رضا کی خواہش اور خصلت موجود ہے تو یہ بہت بڑی نشانی ہے۔

## تابوتِ سکینہ

تابوتِ سکینہ میں کیا تھا۔ اس کے بارے میں مفسرین نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے ان آراء میں سے وہ تحقیقی بات تحریر کرتے ہیں۔ جس پر تفسیر کبیر اور تفسیر خزائن العرفان نے اعتماد کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تابوت شمشاد لکڑی کا بنا ہوا ایک صندوق تھا جس پر سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ اس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں انبیاء کرام اور ان کے مکانات اور رہائش گاہوں کی تصویریں تھیں اور آخر میں خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دولت خانہ کی تصویر ایک سرخ یا قوت میں تھی کہ حضور بحالت قیام میں ہیں اور آپ کے ارد گرد صحابہ کرام ہیں۔ یہ صندوق آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک



پہنچا۔ آپ اسی صندوق میں اپنی مقدس کتاب تورات بھی رکھتے تھے اور اپنا خاص سامان بھی۔

چنانچہ اس میں تورات کی تختیوں کے کچھ کپڑے اور آپ کا عصا مبارک آپ کے کپڑے، تعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا خامرہ، ان کا عصا اور کھوڑا سامن تھا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کفار سے جنگ کے وقت اس صندوق کو اپنے سامنے رکھتے تھے اور اس کی برکت سے فتح حاصل کرتے تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کو تسکین بھی رہتی تھی۔

آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں منتقل ہوا چلا آیا۔ اور جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی، وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعا کرتے اور کامیاب ہوتے۔ اس برکت سے دشمن پر فتح حاصل کرتے جب بنی اسرائیل کی بد عملی بڑھ گئی تو ان پر قوم عمالقم مسلط ہو گئی اور یہ تابوت ان سے چھین کر لے گئی۔ وہ اس تابوت کی قدر نہ کر سکے اور اس کی عزت و تکریم اپنے کفر و شرک اور ضلالت کی وجہ سے نہ پاسکے تو ان پر عذاب الہی بصورت مہلک امراض نازل ہونا شروع ہو گیا۔

دوسری طرف حضرت سموئیل علیہ السلام بنی اسرائیل کو خبر دے رہے تھے کہ تابوت کے پاس تابوت سکینہ آ رہا ہے قوم عمالقم اس وقت تک سمجھ چکی تھی کہ ہم پر یہ تکالیف اسی صندوق کی وجہ سے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اس کو بنی اسرائیل کو واپس کرنے کا ارادہ کر لیا۔ انہوں نے ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو ان کی طرف ہانک دیا کہ خود بخود ادھر پہنچ جائے گا۔



اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت کو حکم دیا کہ یہ صندوق اپنی حفاظت میں لے لو، اور طالوت تک لے چلو۔ بنی اسرائیل تابوت دیکھ کر خوش ہو گئے، قلبی سکون کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ فتح بھی حاصل ہوئی۔ اور حضرت طالوت علیہ السلام کی بادشاہت پر اطمینان بھی ہوا۔ اگر اُس وقت کہیں دورِ حاضر کے سائنسدان موجود ہوتے تو وہ ایسے ہی کیمرے سے اس صندوق کی تصاویر لیتے تو یقیناً ان تصاویر میں ان تبرکات کی وجہ سے نورانی ہالہ کی تصاویر ضرور آجائیں جو صرف اہل ایمان کے لیے راحت و چین کا سامان بھی تھیں۔ فتح و نصرت کا پیش خیمہ بھی اور علامتِ دین و ایمان بھی۔

فیض کا چشمہ : شیخ برہان الدین شمس رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک، دہلی۔  
راوی :۔۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

### علم میں مزید خیر و برکت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں "حضرت شیخ برہان الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک حوض شمس کی مشرقی سمت ہے جسے لوگ تختہ نور کہتے ہیں اور متبرک سمجھ کر زیارت کرنے آتے ہیں نیز یہاں کے باشندے اپنے بچوں کو آپ کے مزار کی مٹی چٹانے ہیں تاکہ حصول علم میں مزید خیر و برکت حاصل ہو۔ اسی وجہ سے آپ کی قبرچے کی طرف سے ٹوٹی ہوئی ہے جسے پھر از سر نو تعمیر کر دیا جاتا ہے۔ (اردو ترجمہ ص ۱۰۷)



مزارات

تہذیب

ناموں رسالت







## مزارات شہیدان ناموس رسالت

انٹرویو: رائے محمد کمال صاحب پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج  
حافظ آباد

شہیدان ناموس رسالت کے حوالے سے محترم و مکرم جناب رائے محمد کمال صاحب کے مضامین اکثر نظر نواز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ مضامین دلوں کو گداز بخشتے ہیں اور پلکوں کو موتی، ایسی نعمتوں کا فیض دینے والے صاحب مضمون سے ملنے کا اشتیاق رہتا تھا کہ ایک دن اچانک سرِ راہ مل گئے۔ ۲۶ فروری ۱۹۹۱ء کو ماہنامہ ضیاء حرم کے دفتر میں عزیزم رضاء الدین صدیقی صاحب کے ہاں تشریف فرما تھے۔ یہ پہلا تعارف تھا۔ یہ ملاقات اگرچہ چند لمحات تک محدود رہی لیکن قلب و ذہن پر ایسے نقوش چھوڑ گئی کہ پھر بار بار ملنے کو جی چاہتا رہا۔

دسمبر ۱۹۹۱ء کے اوائل میں ایک ملاقات میں کمال صاحب نے انکشاف فرمایا کہ میں آپ کی کتاب "روحانی شفا خانے" کی ماہنامہ ضیاء حرم کے لیے تلخیص لکھ رہا ہوں۔ آپ کا میری کتاب سے اس قدر متاثر ہونا میرے لیے باعث فخر بھی تھا اور عز و وقار کا سبب بھی۔ دراصل یہ ان اللہ والوں کا روحانی فیض ہے جن کے شفا خانوں کی نشاندہی کر کے بندہ نے دنیا کی دکھی، بیمار، مجبور اور پریشان انسانیت کے دکھ بانٹنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔



”فیض کے چشمے“ زیر نظر دراصل اسی کتاب کا دوسرا حصہ ہے، راقم نے ”روحانی شفاخانے“ کے حوالے سے محترم رائے محمد کمال صاحب کانٹریو لینا چاہا۔ اور خصوصاً شہیدانِ ناموس رسالت کے مقابر سے فیوض و برکات کے تجربات حاصل کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے فوراً قبول کر لی۔

۱۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کو بعد از نمازِ ظہر ماہنامہ ضیاء حرم کے دفتر میں شام ۷ بجے تک مسلسل نشست رہی۔ میں نے اس نشست میں ان سے جو فیض حاصل کیا۔ وہ ہدیہ ناظرین و قارئین ہے۔

آپ نے فیضانِ اولیاء کرام کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے مجموعی تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دراصل جس طرح دنیا میں حکیم، اطباء اور ڈاکٹر حضرت بعض امراض کے ماہر اور سپیشلسٹ ہوتے ہیں، کوئی آئی سپیشلسٹ، کوئی سکین سپیشلسٹ اور کوئی چلڈرن سپیشلسٹ ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور کچھ طبیب جملہ امراض کے ماہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کرام بھی ہیں۔ بعض کسی خاص مرض کے ماہر ہوتے ہیں۔ بہر قسم کے درد کے ماہر حضرت بابا میاں فیروز رحمۃ اللہ علیہ گدے اور حضرت پیر کرم شاہ ولی پیرداکھارا ضلع جہلم تھری کے سپیشلسٹ، اور جلدی امراض کے ماہر حضرت منگھو پیر کراچی ہیں۔ اسی طرح بعض اولیاء کرام جملہ امراض کے ماہر ہوتے ہیں جیسے حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لاہور اور حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھ سندھ وغیرہ۔ ان آستانوں پر جو مریض بھی کسی بھی مرض میں مبتلا آجائے۔ یقیناً شفا کا ملہ حاصل کر کے لوٹتا ہے۔ جن کے شواہد پر راقم الحروف نے روحانی شفاخانے میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

آپ نے تجسس اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ خیال اکثر



دل میں چٹکیاں لیتا ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ یہ فیض کے چشمے کھولنے کی کیا وجہ ہے تو جواب سامنے یہ آتا ہے کہ دنیا میں امراد ہمیشہ اپنا علاج آسانی سے کر لیتے ہیں لیکن غریب و مساکین جو علاج معالجے کے کثیر اخراجات برداشت کرنے کی صلاحیتیں نہیں رکھتے، وہ کہاں جائیں۔ اللہ تعالیٰ کریم و شفیق اور مہربان ہے۔ اُسے اپنی مخلوق سے بہت محبت ہے۔ اُس نے اپنی مخلوق کے لیے ایسے روحانی شفاخانے یعنی فری ڈسپنسریاں کھول رکھی ہیں تاکہ ہر مجبور اور دکھی یہاں آئے اور فیض حاصل کرے اور ان فری ڈسپنسریوں کے کوئی خاص اوقات مقرر نہیں، جب تکلیف ہو، اسی وقت آئے اور شفا حاصل کرے۔

ماہرینِ امراضِ جسمانی اطباء و ڈاکٹر حضرات جو اپنے اپنے مطب میں بیٹھے ادویات سے امراض کا علاج کرتے ہیں۔ ان سے قلبی عقیدت و محبت ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ آپ کسی بھی ڈاکٹر یا حکیم کے پاس حلے جائیں، اپنا مرض بتائیں اور دوا حاصل کریں اور شفا پائیں۔ اگر اتفاقاً کسی حکیم یا ڈاکٹر سے قلبی لگاؤ ہو تو پھر تو بہت ہی جلد آرام آجاتا ہے۔ بلکہ بارہا کی دید و شنید سے کہ جس ڈاکٹر یا حکیم پر اعتماد ہو جائے، اس کی معمولی سی دوا سے بھی شدید ترین امراض سے شفا حاصل ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح روحانی شفاخانوں کے ماہرین اور لیڈ کرام سے خصوصی فیض لینے کے لیے گہری عقیدت و محبت شرطِ اول ہے۔ جنہیں اور لیڈ کرام سے قلبی محبت ہوگی وہ روحانی امراض سے شفا حاصل کر لیں گے۔ البتہ جسمانی امراض سے شفا حاصل کرنے کے لیے جو کوئی بھی آئے فیض پاسکتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حضوری کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ آپ کی رحمت سے ہر کوئی



فیض پارہا ہے، اپنا بیگانہ، اچھا بُرا، نیک و بد۔ سب آپ کی رحمت سے فیض اور حصہ پارہے ہیں۔ لیکن آپ کی رحمت سے خصوصی حصہ وافر صرف ان لوگوں کے حصہ میں آتا ہے جو آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان میں پھر مختلف مدارج ہیں ایمان میں جس قدر نچنگی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس قدر گہری عقیدت و محبت ہوگی آپ کے فیض و رحمت سے اسی قدر زیادہ لطف اندوز ہو سکے گا۔

بعض حلقوں سے یہ اعتراض اٹھتا ہے کہ اگر صاحبان مزار اس قدر روحانی طاقت کے مالک ہوتے ہیں تو ان کے مزارات پر بعض جہلا ایسی قبیح حرکتیں کرتے ہیں، بدعات کا شکار ہوتے ہیں جو کسی بھی طرح قابل تحسین یا کم از کم کسی بھی طرح جواز کا کوئی پہلو نہیں رکھتیں وہ ان کو بند کیوں نہیں کر دیتے۔ تو اس کے جواب میں اور سوچ و فکر کے دھارے بدلنے میں کوئی وقت سامنے نہیں آتی، بلکہ دیکھا جائے تو یہ ایک قانونِ فطرت ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کہیں بھی اور کسی بھی انداز میں برائی کو روحانی انداز سے ختم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ظاہری اسباب سے کام لیتا ہے۔ خانہ کعبہ صدیوں سے بت خانہ بنا رہا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً قدرت رکھتا ہے کہ وہ بغیر کسی وسیلے اور بغیر کسی واسطے کے ان بتوں کو یا ان کے پیچاریوں کو یکسر تباہ و برباد کر کے اپنے گھر کو پاک و صاف کر لیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ قرن ہا قرن تک اس کا گھر صنم خانہ بنا رہا۔ آخر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اس کو پاک و صاف کیا۔

اسی طرح دنیا میں جہاں بھی کہیں کوئی برائی کسی بھی انداز میں موجود ہے ان برائیوں کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ بلا شک و ریب قدرت رکھتا ہے،



لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ از آدم تا ایں دم ایک لاکھ سے زائد کئی ہزار انبیاء  
اکرام تشریف لائے اور انہوں نے بحکم خداوندی معاشرے میں پھیلی ہوئی  
ان برائیوں کے خلاف جہاد کیا۔

بعینہ اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ یقیناً طاقت  
موجود ہے۔ وہ اپنی روحانی طاقت سے ان برائیوں کو روک سکتے  
ہیں۔ لیکن وہ قانونِ فطرت کے پابند ہیں جب تک وہ بقید حیات ہے  
ان برائیوں کے خلاف صفا آراء ہے اور جو نہی ظاہری دنیا سے پردہ فرمایا یہ  
اصلاح کا کام کسی اور اللہ والے کے سپرد ہو گیا۔ اس لیے اگر مزارات اولیاء پر  
کوئی غیر شرعی حرکت ہوتی ہے۔ تو ان کے لیے ہمارے ہاں بھی کوئی نرم گوشہ نہیں  
اور کسی بھی صورت میں ان کے لیے حروفِ جواز استعمال نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کے  
ازالے کے لیے ہر شخص کو شش کرے۔ ان بدعات و بدعادات کے اندھیروں  
کو مٹانے کے لیے ہر شخص اپنے عمل و کردار اور گفتار کا دیباچہ لائے اور تارکیوں  
کو کوسنا چھوڑ دے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی پیش نظر ہے کہ صاحب  
مزارات کے تصرفات میں کوئی کمی نہیں۔ ان کے تصرفات خدمتِ انسانیت  
کے حوالہ سے اب بھی جاری مہماری ہیں۔

ایک امر یہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ جب کوئی موضوع تحقیقی  
انداز سے زیر بحث آتا ہے تو اس کے مکتب فکر کے لوگ اور ان کا طرز عمل  
زیر بحث نہیں آتا۔ بلکہ اصل موضوع پیش نظر رہتا ہے۔ اس کا لٹریچر سامنے  
رہتا ہے۔ عوام کے اعمال زیر بحث نہیں آتے۔ بلکہ جب بھی گفتگو ہوگی اس  
مکتب فکر کی سوچ اور فکر پر گفتگو ہوتی ہے۔ مزارات اولیاء پر چاہر کی  
اور اس کے آداب پر گفتگو کرنا ہو تو امام اہل سنت حضرت علامہ



مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب "احکام شریعت" زیر ملاحظہ ہے۔  
 جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے تو اس میں کسی بھی مکتب فکر  
 کے لوگوں کے متعلق ختم نہیں کہا جاسکتا کہ اس مکتب فکر کے سب لوگ  
 نیک و پارسا ہیں اور اپنے عقائد کی قابل فخر شخصیات ہیں۔ بلکہ ایسے  
 اشخاص تو معدودے چند ہوتے ہیں جو اپنے عقائد کے مطابق مکمل طور  
 پر اپنے آپ کو ڈھال لیتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی خاص مکتب فکر کے  
 نیک اعمال میں کمزور انسانوں کو سامنے رکھ کر اس مکتب فکر کو ہی مورد  
 الزام ٹھہرانا کہاں کی دانشمندی ہے۔

## ایک ذاتی واقعہ

رائے محمد کمال صاحب نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے  
 کہا کہ مجھ پر بھی ایک وقت ایسا گذرا اور میرے ذہن میں یہ بات  
 سماتی جا رہی تھی کہ جن صاحبان تصوف اسلاف کے تذکرے ہماری کتابوں  
 کی زینت ہیں اور جو ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں سے سنتے آرہے ہیں۔  
 وہ اب قصہ پارینہ کی بات سے دور حاضر جو قحط الرجالی کا زمانہ ہے۔  
 اس میں ایسے اشخاص اگر بالفرض عقائد نہیں ہو گئے تو کم از کم معدوم ضرور  
 ہو گئے ہیں۔ شاید یہ دوران سے محروم ہی ہو گیا ہے۔ ابھی یہ فکر اور سوج  
 ذہن پر قبضہ کرنا چاہتی تھی کہ مجھے رنج کے درد نے آیا۔ رفتہ رفتہ یہ درد  
 اس قدر بڑھ گیا کہ میرے لیے خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا بھی دشوار ہو گیا  
 میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ یہ درد اس قدر شدت اختیار کر گیا  
 کہ بے چینی و بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ علاج معالجہ میں بھی کوتاہی نہیں



ہوئی۔ دم درد بھی کرائے۔ لیکن افاقہ نہ ہوا مجھے کہیں آنے جلانے اور  
رفع حاجت کے لیے جلانے میں بھی کسی ساٹھی کے تعاون کی ضرورت  
پڑتی اور یہ کیفیت کئی ماہ تک جاری رہی۔

ایک روز میرے والد محترم نے اپنے پیر و مرشد حضرت بابا کرم الہی  
رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابا مقصود حسین کرم الہی رحمۃ اللہ علیہ موضع ڈھپنی  
شریف قلعہ سوہ سنگھ نزد علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ حاضری دینے کے  
لیے کہا۔ میں اگرچہ یالوس ہو چکا تھا اور سفر کے قابل بھی نہ رہا تھا۔ پھر بھی  
والد صاحب کے حکم کے مطابق جلانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ بلکہ یہ بات  
ذہن میں پیدا ہوئی کہ اس آستانہ سے میرے باپ دادا ایک عرصہ سے  
منسلک ہیں۔ ایک مدت سے یہ آستانہ ہمارا مرکز عقیدت ہے۔ چلو یہاں  
بھی چل کر دیکھ لیتے ہیں کہ شفا ملتی ہے یا نہیں۔

ایک صاحب میرے ساتھ ہو لیے جو راستہ میں سہارا بن کر منزل تک  
پہنچانے میں معاون تھے حضرت بابا کرم الہی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ  
کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا۔  
اور اپنی تکلیف کے بارے میں درخواست پیش کی۔ آپ نے دربار عالیہ  
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اچھا۔ بابا حاجی عرض کریں گے۔ رات بیت  
گئی۔ صبح اٹھ کر دربار شریف پر فاتحہ پڑھی اور ایصالِ ثواب کیا۔

حضرت صاحب نے دم فرمایا۔ یہ سلسلہ دو تین روز جاری رہا اس  
عرصہ میں درد کم ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ لیکن درد  
مکمل طور پر دور نہ ہو سکا۔ حضرت صاحب بھی پریشان تھے کہ اب  
تک درد مکمل طور پر ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن کیوں نہیں ہوا۔ آخر انہوں



نے ایک روز فرمایا۔ کمال! معلوم ہوتا ہے حضرت بابا کرم الہی صاحب  
 تجھ سے ناراض ہیں اور معلوم ہوتا ہے تو کچھ خود پسند ہو گیا ہے اور تکبر و  
 غرور کی غلاظت تیری ذات میں سما چکی ہے۔ اسی لیے آرام میں دیر ہو  
 رہی ہے۔ اگر واقعی تو آرام چاہتا ہے تو اپنے اندر کی نخوت و تکبر کے  
 بت کو مارنا پڑے گا اور اس کا حل یہ ہے کہ یہاں سے قریب ہی ایک  
 پرانا غیر آباد کنواں ہے۔ اس میں سے پانی نکال کر غسل کرو۔ تاکہ تیرا غرور  
 مٹے اور آرام بھی آئے۔

چار و ناچار ایسا کرنا پڑا۔ وہ کنواں نہ جانے کب سے غیر آباد تھا۔  
 اس کا پانی مسلسل کھڑا رہنے کی وجہ سے بہت بدبودار ہو چکا تھا۔ میں  
 نے اس میں سے ایک بالٹی پانی نکالا اور سادہ پانی اس میں شامل کر کے  
 غسل کیا۔ بس غسل کرنے کی دیر تھی کہ درد دفعۃً ختم ہو گیا۔ بلکہ درد کا احساس  
 تک ختم ہو گیا۔ اب عرصہ آٹھ سال سے بالکل تندرست ہوں۔ دوبارہ کبھی  
 تکلیف نہیں ہوئی۔

جب یہ واقعہ میرے ساتھ پیش آیا، تو مجھے احساس ہوا کہ صاحبانِ  
 مزار ہوں یا کوئی زندہ نیک و پارسا۔ وہ آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم  
 سے فیض دیتے ہیں اور ضرور دیتے ہیں۔ مگر چاہیے ان سے لینے کا دھب کچھ

## ایک اور ذاتی واقعہ

مسلم ماڈل ہائی اسکول لاہور میں ایک استاد ہیں۔ محمد یحییٰ چوہدری  
 جو اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے  
 تھے کہ میرے بھائی صاحب کو باؤل کئے کے کاٹے کا ذکر چھپ گیا۔



باؤلے کتے کے کاٹے کا ذکر آتے ہی چوہدری صاحب بہت پریشان ہو گئے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے بھائی کو بھی ایک باؤلے کتے نے کاٹ کھایا تھا اُسے انجکشن بھی لگوائے لیکن وہ صحت یاب نہ ہو سکا اور کتے کے لعاب کے جراثیم اس کے جسم میں سرایت کر گئے اور ان کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا اور فوت ہو گیا جب انہوں نے اس متفکرانہ انداز سے گفتگو کی تو میں نے بڑے اعتماد سے کہا کہ چوہدری صاحب! ہم نے انجکشن بھی نہیں لگوائے لیکن ہمیں یقین کامل ہے کہ ہمارا بھائی کبھی اس مرض سے وفات نہیں پائے گا۔ موت تو آتی ہے اور ہر ایک کو آتی ہے۔ بلکہ ضرور آتی ہے لیکن ہمارا یقین پختہ ہے کہ ہمارا بھائی جب بھی فوت ہو گا۔ اس مرض سے وفات نہیں پائے گا۔ انہوں نے فرط حیرت سے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ ہم نے ایک روحانی شفا خانے سے دم کروایا ہے اور ہمارا چیلنج ہے کہ جو شخص یہاں سے دم کروالے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور ان بزرگوں کے فیض سے دوبارہ اس مرض کا شکار نہیں ہو سکتا۔

## فیض کا چشمہ

موضع صاحب لکھو، نزد ڈھیر و گٹا، جی ٹی روڈ، گجرات۔  
 موضع صاحب لکھو، شہر گجرات سے راولپنڈی کو جاتے ہوئے تقریباً ۲ کلومیٹر دور موضع صاحب لکھو سے بائیں ہاتھ بزرگوں کا مزار ہے جو عرصہ تین سو سال سے آرام فرما ہیں۔ ان کے پورے خاندان میں سے ہر فرد کو یہ بخشش ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی باؤلے کتے کے کاٹے کا مریض آ جائے اور اُسے وہ دم کر دیتے ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس باؤلے پن سے



نجات پا جائے گا۔ موت کا ایک دن معین ہے وہ تو ضرور آتی ہے اور بہر حال آتی ہے۔ لیکن اُسے باؤ لے پن سے کبھی موت نہیں آئے گی۔ انشاء اللہ !

اپیل سے اسی کا کمال صاحب نے دنیا کے ہر مکتب فکر کے نمائندے سے اپیل کی ہے کہ وہ جس طرح اپنے امراض سے نجات حاصل کرنے کے لیے حکماء و اطباء و ڈاکٹروں سے رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان امراض سے نجات دیتا ہے۔ اسی طرح کسی روحانی شفا خانے سے بھی رجوع کر کے دیکھیں ضروری نہیں کہ مکتب فکر تبدیل کیا جائے صرف اپنے مرض سے شفا حاصل کرنے کے لیے رجوع کریں یقین جانئے گا۔ ان آستانوں پر جانا شرک نہیں اور نہ ہی کفر ہے۔ بلکہ جب ہم ایک شخص کی قبر تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس کا ایک دفعہ مرنا تسلیم کر لیتے ہیں تو ان کے متعلق الوہیت کے یا اس میں شرکت کے تمام پردے خود بخود چاک ہو جاتے ہیں۔ کہاں خدا اور کہاں کی خدائی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے دکھی انسانیت کے لیے فیض کے چشمے ہیں۔ یہ امر باعثِ صدا فوس ہے کہ کچھ صاحبان تکالیف اور پریشانیاں برداشت کر لیتے ہیں۔ اپنے ذہنی و مذہبی کچھاؤ کی وجہ سے ان فیض کے چشموں سے محروم رہتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی مرض کا سپیشلسٹ ضرور ہوتا ہے۔

## باؤ لے کتے کے کاٹے کا حیرت انگیز واقعہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ باؤ لے کتے کے اثرات انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ میڈیکل سائنس نے اس کے دفعیے کیلئے انجکشن تیار کئے ہیں جو سپیٹ میں لگائے جاتے ہیں۔ غالباً میڈیکل سائنس میں اس کے



علاوہ ابھی کوئی اور علاج معروض وجود میں نہیں آیا۔ یہ انجکشن اگر ایک خاص مدت سے پہلے پہلے مریض کو دے دیئے جائیں تو آرام رہنے کا امکان ہے اگر وہ مخصوص و محدود مدت ختم ہو جائے تو انجکشن بھی بے سود رہتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ یاوڑے کتے کے کاٹے ہوئے متاثرہ شخص کو اس کے جراثیم متاثر کر دیں اور مریض یاوڑہ ہو جائے، یعنی اس کو ہلک کر دیا جائے تو وہ شخص قابلِ رحم ہوتا ہے۔ وہ کتے کی طرح ہی بھونکتا ہے۔ وہ کتے کی طرح کاٹتا ہے۔ پھر جس کو وہ کاٹ لے وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ الامان والمحفیظ لوگ ایسے شخص کو رسیوں اور زنجیروں سے باندھ دیتے ہیں اور وہ لے جا رہے اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا ہے۔ پھر اس کے صحتمند ہونے کی صورت نہیں رہتی۔

غالب گمان یہ ہے کہ جس شخص کا واقعہ ایمان کی تازگی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اظہار اور ایلاء اللہ کی شان منزلت کا مظہر ہے۔ وہ شخص ابھی حیات ہے۔ لیکن اگر خدا نخواستہ وصال کر چکا ہے تو اس واقعہ کے چشم دید گواہ سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

یہ شخص بمقام بستی مٹھہ جاہد امیر والا تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کا ہے۔ یہ بستی حافظ آباد پنڈی بھٹیاں روڈ پر واقع ہے۔ اس بستی تک جانے کے لیے ٹاہلی گورایہ سٹاپ پر اترنا پڑتا ہے اور بذریعہ تازگا اس بستی تک جانا پڑتا ہے۔

یہ شخص پیشے کے لحاظ سے درزی ہے۔ اس کو ایک باڑے کتے نے کاٹ لیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کو ہلک کر دیا گیا۔ یعنی کتے کے لعاب کے زہریلے جراثیم اس کے جسم میں سرایت کر گئے۔ گاؤں والوں نے اسے زنجیروں



سے باندھ کر گاؤں کی مغرب کی طرف ایک درخت سے باندھ دیا تاکہ یہ کسی کو کاٹ نہ سکے۔ گاؤں کے بہت سے لوگ اس عبرت انگیز کیفیت کے دیکھنے کو جمع تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ توبہ بھی کر رہے تھے اور اس کی حالت پر ترس بھی کھا رہے تھے اور اس کے مرنے کے انتظار میں تھے۔ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی کہ ایک طرف سے ایک بزرگ بابا ساون صاحب نشریف لے آئے۔ یہ بزرگ چوہدری صاحب کے سجادہ نشین حضرت قبلہ میاں محمد شفیع صاحب کے خدمت گزار تھے اور ان کے گھوڑوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔ انہوں نے لوگوں کو اس طرح جمع دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص باؤلہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے انتہائی سادگی اور حیرانگی سے تجسس کا اظہار کیا کہ باؤلے تو کتے ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا جس شخص کو باؤلہ لگتا کاٹ کھائے۔ وہ بھی باؤلہ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا میں نہیں مانتا۔ اسے آزاد کر دو۔ نہیں تو میں خود اسے آزاد کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا بابا جی اس کے قریب نہ جانا، ورنہ یہ کاٹ کھائے گا اور اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ مگر بابا ساون ان کی دلیل نہ مانے اور اس کی زنجیروں کو کھولنے کے لیے آگے بڑھے تو اس مریض نے آپ پر حملہ کرنے کو منہ کھولا۔ بابا جی ساون نے غصے اور جوش میں فرمایا "تو کوئی کتا ہے جو کاٹنے کو آتا ہے اور ساتھ ہی اس کے منہ میں تھوک دیا۔ لوگ دیکھتے دیکھتے مجسمہ حیرت بن گئے کہ وہ مریض تھوک منہ میں جاتے ہی بالکل تندرست ہو گیا۔ جیسے اُسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی حضرت بابا جی نے اسکی زنجیروں کو کھول دیا اور وہ ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔

راقم الحروف نے جب یہ واقعہ رائے محمد کمال صاحب سے سنا تو دل



نے کہا۔ دیکھو یہ شخص حضرت بابا ساون اللہ والوں کا خدمت گزار ہے اور خدمت  
 بھی ایسی جس کو کوئی عام شخص پسند نہیں کرتا کہ گھوڑوں کی رکھوالی، ان کے  
 گوبر اور غلاطت وغیرہ کو صاف کرنا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں  
 کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے کو یہ مقام بخشا ہے تو خود صاحب  
 نسبت کی شان و عظمت کیا ہوگی

راقم الحروف کے سکول کے ایک معلم جناب محمد شفیع سلہری صاحب  
 ہیں جو فیڈرل گورنمنٹ عابد محمد ہائی سکول، لاہور کینٹ میں بیالوجی کے معلم  
 ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک مرض ٹیٹنس ہوتا ہے جو گھوڑوں اور گھو  
 کی لید سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے جراثیم بھی اگر کسی جسم میں سرایت کر جائیں  
 تو اس کا بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر خدا نخواستہ کسی کا ایکسپنٹ  
 ہو جائے تو ڈاکٹر مریض کو پہلے ٹیٹنس کا ٹیکہ لگاتے بعد میں مرہم پی کرتے ہیں  
 اس لیے گھوڑوں کے اصطبل میں کام کرنے والوں کو تندرستی کی حالت میں  
 بھی ٹیٹنس کا ٹیکہ لگواتے رہنا چاہیے۔ ورنہ انہیں بھی کسی وقت ٹیٹنس کا  
 مرض لاحق ہو سکتا ہے۔

بابا ساون دامت برکاتہم العالیہ تو ایک عرصہ سے گھوڑوں کی رکھوالی  
 اور خدمت میں مصروف ہیں جو شخص خود ایک خطرناک مرض کا شکار ہو سکتا  
 ہے۔ اس کی تھوک باعث شفایابن رہی ہے۔ کیا یہ قدرت کا عجیب  
 کرشمہ نہیں، سبح ہے

ان کے جو غلام ہو گئے  
 وقت کے امام ہو گئے





## زبان کی تاثیر کا حیرت انگیز واقعہ

مندرجہ بالا سطور میں حضرت بابا ساون رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اور لعاب دہن کی تاثیر نے ایمان میں تازگی پیدا کر دی۔ بالکل اسی طرح کا حیرت انگیز اور ایمان افروز ایک اور واقعہ رائے محمد کمال صاحب نے بیان کیا۔ آپ نے بتایا :-

دو سہ ماہہ شریف تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں بزرگ رہائش پذیر ہیں۔ ان کا اسم گرامی سید عارف حسین شاہ صاحب ہے۔ دامت برکاتہم العالیہ، شاہ صاحب کے دادا جان کے والد ماجد سید امیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا مقبرہ بمقام امر اوں تارڑ تحصیل حافظ آباد میں ہے۔ آپ بڑے سیف الزبان تھے۔ آپ کی زبان سے جو نکلتا پورا ہو جاتا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

موضع کیسے کے مشمولہ میں ایک شخص پیدا ہوا تھا۔ اس کی زبان سے معذرت تھا۔ اس کی زبان بالکل بے جان اور خشک تھی۔ اس میں زندگی کے کوئی آثار نہ تھے اور بیساکھی سہارے کاروبار حیات میں مصروف رہنا۔ ایک روز باہر کھیتوں میں بکریاں چرا رہا تھا کہ سید امیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی گھوڑی پر سوار ادھر سے گذرے۔ آپ کی اس معذرت شخص پر نظر پڑی ہے

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی

بدلتی زمانے کی تقدیر دیکھی



آپ نے دیکھا کہ وہ شخص مشکل بھیر بکروں کے ریوڑ پر قابو پار ہا ہے  
 شاید اس کی حالت پر ترس آگیا ہو۔ ہر وہ شخص جو ذاتِ مصطفویٰ کے  
 حسن میں اپنے آپ کو کم کر چکا ہو۔ اس میں اگر دوسروں کی تکلیف سے  
 دل میں کسک اور تڑپ پیدا نہ ہو تو وہ دعویٰ محبتِ مصطفویٰ میں  
 جھوٹا ہے۔ اس کسک اور تڑپ کے ساتھ ساتھ اگر اس تکلیف کو  
 دور کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور اس کی تکلیف دور کر سکتا ہو  
 اس کے باوجود اس کو دور نہ کرے تو وہ دعویٰ ایمان میں بھی جھوٹا ہے۔

شاہ صاحب نے پوچھا، بیٹا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے تمام صورتِ  
 حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ٹانگ تو اب بھی ٹھیک ہو سکتی ہے۔  
 اس نے حیرت سے کہا۔ یہ ٹانگ اب کہاں ٹھیک ہو سکتی ہے۔ آپ  
 نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ ٹانگ ٹھیک ہو  
 جائے گی۔ تم نذرانے کی بات کرو نذرانے والی بات ان کا نکیہ کلام  
 ہوتا تھا اور دوسرا آدمی خواہ چھوٹی سی چھوٹی چیز کی نذرمان لیتا۔ آپ  
 اُسے قبول فرما لیتے۔ البتہ جو نذر وہ مان لیتے وہ ہر قیمت پر ضرور پوری کرنی  
 پڑتی (چروا ہے) کہا۔ شاہ جی اگر میری ٹانگ درست ہو جائے تو وہ  
 گھنٹی والی بکری آپ کی نذر کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کل فجر کی نماز کے  
 بعد جب میں مسجد سے باہر نکلوں تو تمہیں دروازے پر موجود ہونا چاہیے۔  
 دوسرے روز وہ صبح اپنی گدھی پر بیٹھ کر آپ کے گاؤں پہنچا اور آپ  
 کے مسجد سے نکلے سے پہلے دروازے پر موجود تھا۔ شاہ صاحب باہر  
 نکلے۔ اُسے دیکھ کر دم فرمایا اور یہ دم کا سلسلہ ہفتہ بھر جاری رہا۔ اس  
 ہفتے کے دوران نہ صرف اس کی ٹانگ کی جس زندگی بیدار ہونے لگی بلکہ



اس میں ہر طرح کی زندگی کی لہر دوڑ گئی جب آٹھ دس دن گذر گئے تو آپ نے فرمایا اپنے گدھے سے نیچے اترو اور اپنے ڈیرے تک دوڑ لگاؤ اگر یہ ٹانگ پہلی ٹانگ سے بہتر کام کرے اور اس میں کوئی کمزوری نظر نہ آئے تو کل صبح ہماری بکری لے آنا۔ ورنہ ہمیں بکری کی ضرورت نہیں۔ علاوہ بھر کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ شخص جو پیدائشی معذور تھا اور سا لہا سال سے بیٹھا تھا وہ گدھے سے چلتا رہا۔ وہ گدھے سے نیچے اترتا اور چلنے لگانے لگا اور اپنے ڈیرے تک دوڑتا چلا گیا۔ کل صبح وہ اپنی وہی گھنٹی والی بکری لے کر حاضر ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں نہ سہمی، سینکڑوں اور بیسیوں ایسے اشخاص تو آج بھی موجود ہیں جنہوں نے اُسے معذوری کی حالت میں بھی دیکھا۔ پھر صحت مند ہونے کے بعد بھی دیکھا یہ واقعات سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں موڑتے۔ ان کی زندگی، ان کی موت، ان کی نماز، زکوٰۃ اور قربانی سب کچھ اُسی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ اپنی خواہشات کے منہ توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ صرف اس کی رضا کی خاطر جینا مرنا جانتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں توڑتے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی درخواست کو رد نہیں فرماتا۔ بلکہ وہ ان کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ گفتگو کرتے ہیں۔ وہ ان کے ہاتھ بن جاتا ہے۔ جن سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں وہ زبان سے جو لفظ نکالتے ہیں پورا ہوتا ہے۔ وہ اپا بھوجوں کو تندرست کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ اٹھتی ہے تو تقدیر بدلتی ہے۔

دو نیم ان کی ٹھوک سے صحرا و دریا  
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رانی



دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو  
عجیب چیز ہے لذتِ آشنائی  
یہ تصور حدیثِ قدسی میں موجود ہیں۔ حدیثِ مقدسہ کا متن مطالعہ کے  
لیے حاضر ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ عَادِلِيٌّ دَلِيًّا فَقَدْ أَذِنَتْهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ  
عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا أَفْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ  
إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ نَكُتُ سَمْعَهُ الَّذِي  
يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرَجْلَهُ  
الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لَا أُعْطِيَنَّهُ وَلَسِنِ اسْتَعَاذَنِي لَا أُعِيدَنَّهُ  
وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ  
يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ وَلَا يَدُلُّكَ مِنْهُ. (بروآة البخاری،  
مشکوٰۃ باب الذکر)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت  
اور دشمنی رکھتا ہے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرے کسی بندہ کا  
بمقابلہ فرائضِ عبادتوں کے دوسرے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ  
پسند نہیں (یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذرائع ہیں۔ مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ  
محبوب ذریعہ ادا ہے فرض ہے۔ اس لیے صوفیا فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر  
نوافل قبول نہیں ہوتے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو فرضِ عبادت میں سستی کریں۔  
اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ چرس حرام گانے بجانے کو



اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھیں اور نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (یعنی بندہ مومن فرائض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فرائض کو چھوڑ کر نوافل ادا کرتا ہے۔ محبت سے مراد کامل محبت ہے) پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے (اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوست اور ولی میں حلول کرتا ہے جیسے کہ کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ بولے کیونکہ اللہ تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے بلکہ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے کے یہ اعضا گناہ کرنے کے لائق ہی نہیں رہتے۔ ہمیشہ ان سے نیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں ان پر عبادات آسان ہو جاتی ہیں یا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ پھر وہ بندہ ان اعضا جسمانی کو دنیا کے لیے استعمال ہی نہیں کرتا۔ وہ صرف رضاء الہی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ وہ ہر چیز میں اور ہر کام میں اُسے ہی دیکھتا ہے اُسی کی آواز سنتا ہے یا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقت اس کے اعضا میں کام کرتی ہے اور وہ ان اعضا جسمانی سے ایسے کام لیتا ہے جو عقل و خرد کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں



بیٹھے بیٹھے مصر سے چلی ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو  
 سونگھ لیتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام تین میل کے فاصلے سے  
 ایک ننھی سی چیونٹی کی آواز سن لیتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے  
 ایک صحابی حضرت عاصف بن برخیا علیہ الرحمۃ نے پلک جھپکنے سے  
 بھی پینے سینکڑوں میل دور میں سے تخت بلقیس لا کر سامنے رکھ دیا حضرت  
 عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے۔  
 حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو اپنی آواز پہنچا دی خود حضور رحمت عالم  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے واقعات کو چشم سر  
 دیکھ لیا یہ سب طاقتیں اسی کے کمرے میں کہ بندہ جب فتاویٰ اللہ ہو جاتا  
 ہے تو اس کے اعضا سے ایسے کام ہوتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے  
 کرم سے ہو سکتے ہیں بشری طاقت سے وہ ماوری ہوتے ہیں آج تار  
 کی طاقت سے فون مارڈیو اور ٹی وی عجیب و غریب کمرے دکھائے  
 ہیں اس کے مقابلے میں نور بصیرت کی طاقت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں  
 اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُسے دیتا ہوں اگر وہ میری پناہ لیتا ہے  
 تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں (گویا وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتے  
 ہیں اور جو ان کی پناہ میں آجائے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آجاتا ہے  
 حضرت مولانا عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 میں عرض کرتے ہیں ۷

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام  
 ، تمچو کا ہے آدم کو ہے گناہ آوردہ ام  
 اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں میں کبھی تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس



بندہ مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور  
میں اُسے ناخوش و ناراض نہیں کرتا۔ اُدھر موت بھی اس کے لیے ضروری ہے۔  
سبحان اللہ کیا خوبصورت اندازِ محبت کا اظہار ہے کہ میں رب ہوں  
قادر مطلق ہوں۔ اپنے کسی فیصلے میں نہ کبھی توقف کرتا ہوں اور نہ کبھی تردد  
کرتا ہوں جو چاہوں حکم دوں اور وہ ہو جائے۔ اس کے باوجود ایک موقع  
پر میں بھی توقف کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ولی کامل اور بندہ مومن کا جب وقت  
اجل آجائے اور وہ ابھی مرنا نہ چاہتا ہو تو میں اُسے اپنے اصول اِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ  
لَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ کے مطابق فوراً نہیں مارتا بلکہ اور اسکو  
خود موت کی طرف مائل کر دیتا ہوں جنت اور وہاں کی نعمتیں دکھادی جاتی  
ہیں۔ دنیا کی پریشانیاں دکھادی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ہمارا بندہ دُنیا  
سے متنفر ہو کر منہ موڑ لیتا ہے وہ آخرت کی طرف منہ کر لیتا ہے اور آخرت  
کا مشاق بن جاتا ہے۔ پھر وہ خود آنا چاہتا ہے خوشی و مسرت میں جھومتا  
ہمارے پاس آتا ہے۔

نشانِ مردِ مومن یا تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

اس حدیثِ پاک کے حوالے کی طرح قرآنِ پاک بھی ایسے عوامل کا تذکرہ  
کرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں لاکھوں مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔ ان مسائل میں ایک  
چھوٹا سا شعبہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور ان کے تصرفات کا بھی ہے۔  
ان تصرفات و فیوض کا تعلق دنیوی زندگی کے ساتھ بھی ہے اور بعد از  
وصال بھی ہے۔ حضور پر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات  
بابرکات تو زیرِ بحث ہی نہیں۔ آپ کے تصرفات تو اس قدر زیادہ ہیں۔



ہیں کہ ورطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ مسائل آسان کرنا، مشکلات دور کرنا  
حجرہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پکارنے والوں کو جواب دینا، بیماریوں  
کی عیادت کو آنا، ان کی بیماریاں دور کرنا۔ کسی کے پکارنے پر تشریف لانا  
اور مدد فرمانا، اس کے شواہد ایسے ہیں کہ کوئی دیدہ کو رہوگا جس کو نظر نہ آئیں۔

میں خود پڑھیاتے لکھیاتے تو سیالے کٹی واری  
تسلی نے آب جاندے اداک بیماریوں پچھن  
ظفر چشتی نے کلی پالمی سرکار دی راہ وچہ  
کدی تے آون گے اپنے کسے بیماریوں پچھن

اسی لیے آپ کی ذات ستودہ صفات تو زیر بحث ہے ہی نہیں۔  
آپ کے صحابہ کرام اور اولیاء کاملین کے مزارات مبارکہ کے فیوض  
کے واقعات بھی اس کثرت اور تواتر سے ہم تک پہنچے ہیں کہ ان سے  
انکار ممکن نہیں کسی بھی مکتب فکر کے اسلاف ہوں۔ ہر مکتب فکر  
اپنے بزرگوں کی کرامات بیان کرتے ہوئے ایسے ایسے شواہد پیش کرتا ہے  
کہ حیرت ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر یہی تصرفات اور اسی قسم کے واقعات اہل  
سنت اسے اسلاف کے حوالے سے بیان کرتے ہیں تو کفر و شرک کے  
فتاویٰ کی تلوپوں کے دھانے کھل جاتے ہیں۔

بہر کیف ہماری کتاب کا یہ موضوع نہیں ہے اور نہ ہم ان مسائل پر  
گفتگو کے مجاز ہیں۔ یہ کام علماء کرام کا ہے۔ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں  
سمجھتے۔ ہم نے تو چند وہ شواہد و واقعات اور حقائق بیان کرنے کی ہلکی  
سی کوشش کی ہے جن کا گواہ یا جن سے متعلقین دو یا دس بیس تہیں  
بلکہ سینکڑوں ہزاروں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فیض کے چشموں کو آباد رکھے۔



## ایک غلط فہمی کا ازالہ

روحانی شفا نون کے وہ نمائندے جو ان پر مسند لشین ہیں ان کا کردار اس وقت زیر بحث نہیں۔ جنہوں نے اس فیض کو کاروبار اور تجارت بنا لیا ہے۔ یہ ان کا اپنا کردار ہے اور نفس کی کمزوریاں ہیں۔ خدمت انسانی کے حوالے سے ہمارے اسلاف نے اپنے شفا خانوں سے جو فیض بانٹا ہے۔ ہم اس کے حوالے سے ان کے متعلق صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ ان شفا خانوں کے تربیت یافتہ ڈسپنسر ہیں اور بس۔ اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں۔ ان شفا خانوں کو تجارت اور کاروبار بنانے والوں کے کردار اور ذات کے متعلق ہمارے پاس کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔ اس منظر میں وہ کالی بھیریں ہیں جنہوں نے عقائد کو مجروح کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے ان کے لیے دنیا میں نفرتیں اور آخرت میں تعذیب الہی سے ہم ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا گو ہیں کہ پروردگار ان کو راہ راست نصیب کرے۔

## شاہ دول شاہ کے چوہے اور ان کی حقیقت

پنجاب بھر میں آپ کو کچھ ایسے بھکاری نظر آئیں گے جو کوتاہ سر کے ہوں گے۔ ستر کپڑے پہنتے ہوں گے۔ کوتاہ سر ہونے کی وجہ یہ لوگ سوچ اور عقل و ہوش سے کچھ عاری نظر آتے ہیں۔ ان کے ساتھ چند اچھے بھلے اور صحت مند اشخاص بھی نظر آئیں گے۔ یہ ان کے سر پرست ہوتے ہیں صبح ہوتے ہی یہ لوگ ٹولیوں کی شکل میں نکل پڑتے ہیں۔ دو دو چار بھکاریوں



کے ساتھ ایک صحت مند شخص ہوتا ہے۔ دن بھر گھروں، بازاروں دکانوں اور راہ گیروں کو روک روک کر ضد کر کے بھیک مانگتے ہیں اور شام کو اپنے اپنے مسکن میں آجاتے ہیں۔ مشہور ہے یہ بھکاری اور کوتاہ سر لوگ حضرت شاہ دولہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چوہے ہیں۔ ان کو جھڑکنا نہیں چاہیے اور ان کی ناراضگی مول لینا مناسب نہیں۔

تصویر کا ایک رُخ یہ بھی ہے کہ جن کے گھر میں اولاد نہ ہوتی ہو یا اولاد زندہ نہ بچتی ہو۔ وہ لوگ حضرت شاہ دولہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر کجرات میں حاضر ہوتے ہیں اور نذر مانگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد عطا فرمادے تو ایک بچہ حضرت صاحب کے آستانہ پر حاضر کریں گے۔ اس نذر مانگنے کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ چھوٹے سر والا ہوگا اور اُسے شاہ دولہ شاہ صاحب کا چوہا کہا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ جملہ امور حقیقت حال کے برعکس ہیں۔ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہے تو اہل سنت انسانیت کی اس تذلیل سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں اس گھناؤنے جرم کے حقائق سے پردہ کشائی کرتے ہیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے اور کیا بنا دیا گیا ہے اور طالع آزمائوں نے اس کے پس منظر میں کیا کارستانیوں کر کر کے اپنا کاروبار چمکایا ہے اور دین کے نام پر سادہ لوح انسانیت کو کس قدر لوٹا ہے ؟

حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک انتہائی برگزیدہ شخصیت تھے۔ نیک، پارسا اور جذبہ خدمت انسانیت سے معمور تھے۔ آپ کا دل دکھی اور مجبور و معذور انسانیت کو دیکھ کر بھرتا۔ معذوروں کو دیکھ کر



برداشت نہ کر پاتے۔ اللہ تعالیٰ کی اس معذور مخلوق کی تکلیف پر  
 تڑپ تڑپ جاتے اور ہم تن اُن کی خدمت میں مصروف و مشغول ہو  
 جاتے۔ وہ معذور افراد جو اپنے لیے بھی بوجھ ہوتے اور معاشرے کے  
 لیے بھی جو بے چارے کوچوں اور بازاروں میں مائے مارے پھرتے ہیں  
 راہ گیر ترس کھا کر ان کے ہاتھ پر دوٹکے رکھ جاتے۔ وہ گرمیوں کی چھلانی  
 دھوپ میں، سردیوں کی کھٹھڑی راتوں میں کھلے آسمانوں کے نیچے تڑپ تڑپ  
 کمزندی گزار دیتے۔ حضرت شاہ دولہ شاہ صاحب ایسوں کو اپنی پناہ  
 میں لے لیتے۔ اُن کی خوراک، لباس، ادویات اور دیگر ضروریات کو  
 پورا کرتا اللہ تعالیٰ کی عبادت تصور کرتے۔ علامہ اقبال نے بھی اسی تڑپ  
 میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بعض معذور ایسے بھی ہوتے ہیں یا پاگل اور

دیوانے ہجرت سے اہل خانہ اور بعض اوقات والدین تک بھی نالاں و

پریشیاں ہو جاتے ہیں۔ ایسے افراد صحت مند دنیا کے لیے ہر دور میں

باعثِ عبرت خدا نے ضرور پیدا کئے ہیں۔ اُس زمانے میں بھی ہوتے

تھے۔ آپ اُن کو بھی پناہ میں لے لیتے ہیں۔ اسی طرح آپ کا آستانہ

ادارہ خدمتِ معذوران "کارنگ اختیار کر گیا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کی توجہ

کام کرنے لگا اور بے صغیر و پاک و ہند میں جہاں بھی کوئی معذور، ایماںج

یا گل یا دیوانہ کسی گھر میں ہفتا، وہ اُسے ادارہ کے سپرد کر کے قلبی خوشی

محسوس کرتا کہ ان کے بچے اور بیٹے کی صحیح نگہداشت و صحیح تربیت



ہوگی یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا حضرت شاہ صاحب اس خدمت انسانیت میں رنگ و نسل یا مذہب کی کوئی تمیز نہ کرتے بلکہ ہر وہ شخص جو قابلِ رحم ہوتا۔ کالا یا گورا، ہندو یا مسلم، اپنا یا بیگانہ اُسے اس ادارہ کی پناہ مل جاتی اور زندگی بھر ماں باپ سے بڑھ کر شفیع و مہرباں کی سرپرستی میں اپنی زندگی کے دن پورے کر لیتا عوام بھی اس جذبہ خدمت انسانیت سے معمور و سرشار اس ادارے کے ساتھ تعاون کرتے۔ پھر آہستہ آہستہ یہ ایک ملک گیر ادارہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

حضرت شاہ دولہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت انسانیت کے اس انداز کو دنیا میں متعارف کرا کر نسلِ انسانی کی خدمت کو ایک نیا رنگ بخشا۔ بعض ادارے گورنمنٹ کی سرپرستی میں چلتے ہیں کہی انجمنیں بھی ایسے ادارے قائم کرتی ہیں۔ لیکن ان اداروں میں اور قلبی درو و محبت کے جذبات سے سرشار چلانے والوں کے اداروں میں جو فرق ہوتا ہے وہ فرق حضرت شاہ صاحب کے ادارے میں واضح نظر آتا تھا۔ کون کسی کا پیشاب اور پاخانہ صاف کرتا ہے۔ کون کسی کے منہ میں لقمہ دیتا ہے کوئی ہے جو کسی ایسے شخص کی ضروریات پوری کرے جو اپنی زبان سے اپنا دکھ درد بیان نہیں کر سکتا اکثر لوگ محبت کے جذبات سے سرشار خدمت گزاروں کو ایک عظیم انسان کی سرپرستی میں معذوروں کی خدمت کرتے دیکھتے تو بھگی آنکھوں کے ساتھ خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

نہ جانے یہ محبت کے زمزمے کب تک بہتے رہے حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد بھی کچھ عرصہ یہ پاکیزہ سلسلہ جاری رہا۔ رفتہ



رفتہ نفس پرستی اور جاہ طلبی اور ہوس سیم و زر نے ان پاکیزہ جذبات  
کی سرزمین پر حملہ آزر کے کانٹے بونے شروع کر دیئے مخلوق خدا کو اس ادارہ  
سے جو گہری عقیدت تھی اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جانے لگا۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

عشق بے چارہ نہ زاہد ہے نہ ملانہ حکیم

امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ عقل عیار نے سو بھیس بدلے اور اسے  
کاروبار کی شکل دے کر تذلیل انسانیت کی بنیاد رکھی حضرت شاہ صاحب  
کی عظمت سیرت و کردار اور تقویٰ و طہارت نے مخلوق خدا کے دلوں  
اور ذہنوں پر جو گہرے نقوش چھوڑے تھے ان سے غلط فائدہ اٹھاتے  
ہوئے معذور انسانوں کو اس ادارہ میں داخل کرنے کی بجائے اسے  
چڑھاوے کی شکل دی جانے لگی۔ سادہ لوح قوم آج تک عقل عیار کے  
اس دام تزویر میں پھنسی چلی جا رہی ہے۔

در بار عالیہ سے والستنگان نے ان معذوروں سے بھیک منگوانا  
شروع کر دی۔ یہ بھیک پھر تجارت کا روپ دھارنے لگی۔

پھر یہ معذور قابل رحم انسان ٹھیکے پر دیئے  
جانے لگے۔ جتنی کہ ننھے ننھے معصوم بچے اغوا کر کے شاہ دولہ کے چوہوں  
میں شامل کرنے کے لیے ظالم و سفاک انسان تمارتدوں نے مچوں  
کے سر پر لوہے کے خول اور خود چڑھا جانے شروع کر دیئے تاکہ جسم کی  
نشوونما کے ساتھ ساتھ سروں کی افزائش نہ ہو سکے جب کہ ضرورتاً  
کے مطابق نہیں بڑھے گا تو صاف ظاہر ہے کہ اس کی جلد جینین مخلوق



ہو کر رہ جائیں گی، وہ انسان تو ہے لیکن ایسا انسان جو فہم و فراست عقل و شعور کی دولت سے محروم انسان۔

شیطان کی اب کوئی ضرورت نہیں یارب  
بربادی انسان کو انسان ہی بہت ہیں

حضرت شاہ دولہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ سے وابستہ اور موصوم ان چوپہلوں کے وجود کا اسلام سے اور صاحب مزار کی خدمت انسائیت کے جذبے سے کوئی تعلق نہیں۔ اہل سنت و جماعت اس گندے و قبیح اور ناپاک دھندے سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ حکومت وقت سے درخواست ہے کہ ان قابلِ رحم انسانوں کو کاروبار کے طور پر استعمال کرنے والوں کا محاسبہ کرے اور دین و مذہب کے نام پر قوم کے دین و مذہب اور دولت لوٹنے والوں کی سرکوبی کرے تاکہ یہ گھناؤنا کاروبار ختم ہو اور دربار حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت بحال ہو۔

## شہیدانِ تاموس رسالت

رائے محمد کمال صاحب کا اپنا موضوع شہیدانِ تاموس رسالت ہے انہوں نے عشقِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سزائے ان عظیم ہستیوں کو موضوع بنایا ہے جن کا نام آتے ہی سرنیاز سے جھک جاتا ہے اور آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ جو آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی کر تیوالوں کو کیف کر داتے ہیں۔ پھر دارورسن کو چوم کر سرفراز ہو گئے۔ جن مقدس شہیدوں کے ذکر سے ان کے قلم نے لذت حاصل کی



ہے۔ ان میں حضرت عنازی علم دین شہید، غازی عبدالقیوم شہید کراچی،  
 غازی میاں محمد شہید تلہ گنگ ہزار شریف مدارس انڈیا، غازی  
 محمد صدیق شہید قصور، غازی مرید حسین شہید چکوال، غازی امیر احمد شہید  
 غازی محمد عبداللہ شہید گڑھی شاہولہ ہور، مزار شریف گلگتہ عنازی  
 عبداللہ انصاری شہید چک ۲۴ نزد خانقاہ ڈوگرہاں ضلع شیخوپورہ  
 اس وقت آپ کے زیر مطالعہ کتاب "فیض کے چشمے" کا موضوع اس  
 کے نام سے ظاہر ہے۔ روحانی شفا خانے کا موضوع تھا وہ مزارات عالیہ بن  
 سے جسمانی امراض سے شفا ملتی ہے۔ لیکن فیض کے چشمے کا موضوع اس سے  
 عام ہے یعنی اس کا موضوع جسمانی امراض اور روحانی امراض سے شفا ہے  
 بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کو عمومیت حاصل ہے کہ وہ متقی و پارسا ولی  
 کامل جس نے اپنی خواہشات کو رضاء الہی کا پابند کر لیا ہے پھر مشیت خداوندی  
 نے انہیں اس کے صلہ میں نوازا ہے اور ان سے مخلوق خدا ز فیض لیا ہے  
 ان کا ذکر بھی ہمارے موضوع میں شامل ہے۔ دراصل صراطِ مستقیم سے بھٹکی ہوئی  
 مخلوق خدا کو پھر راہ خدا پر لانے کی یہ ایک حقیر سی کوشش ہے  
 مگر قبول افتد زہے عز و شرف  
 روحانی شفا خانے اور فیض کے چشمے کے بارے میں ایمان افروز انکشافات سے  
 جب پرہنچا ہوں کہ جو بھی اس کے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلا۔ وہی شخص اس مقام پر پہنچا ہے۔  
 جب پڑھی اهدانا الصراط تو آئی یہ صدا  
 طیبہ کے رخ چلو کہ رہ مستقیم ہے  
 اس لیے میں نے رائے محمد کمال صاحب سے پوچھی ہوئی وہ باتیں  
 بھی آپ کے مطالعہ کے لیے شامل اشاعت کر لی ہیں جن کا تعلق



فیوض و برکات سے ہے۔

محترم محمد کمال صاحب نے شہیدانِ ناموس رسالت کے مقابر کے فیوض و برکات سے پہلے مجموعی تاثر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ میرا تجربہ ہے کہ درج ذیل فیوض یقیناً ملتے ہیں۔ آپ نے فرمایا :-

- ۱۔ میرا دعویٰ ہے کہ شہید کے مزار پر حاضر ہونے والا عشقِ رسول اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے محروم نہیں رہ سکتا۔
- ۲۔ کوئی شخص کسی بھی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا ہو جب وہ کسی شہید کے مزار پر حاضر ہوگا اور وہ شہید ہونے کے پس منظر و واقعے سے بھی واقف ہو اس کے دل میں ناموس رسالت پر مڑنے اور جانِ قدا کرنے کا جذبہ ضرور بیدار ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں اُس اُمنگ اور چاہت میں کمی آجائے

اک تمنا خدا میری پوری کرے

دل کی حسرت خدا میری پوری کرے

عزتِ مصطفیٰ پہ میں کڑ کڑ مڑوں

میرا اللہ دعا میری پوری کرے (ظفر چشتی)

- ۳۔ یہ بات چیلنج کے طور پر بھی جاسکتی ہے کہ تمام تعلیمی ادارے خواہ وہ دینی و مذہبی ہوں یا دنیوی، حکومت کے ہوں یا کسی پرائیویٹ ادارے اور ادارے کے، اُن کی سرپرستی کرنے والے علماء و مشائخ ہوں یا دیگر تعلیم یافتہ طبقے پرائمری اور ابتدائی سطح سے اعلیٰ سے اعلیٰ اداروں تک بچوں کے اخلاق و کردار میں وہ تبدیلی نہیں لاسکتے جو ایک دفعہ شہید کے حالات و واقعات کی آگاہی سے تبدیلی لائی جاسکتی ہے یا شہید کے مزار پر حاضر ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر والدین چاہتے ہوں کہ ان کے ہونہار



بچوں اور ملک و ملت کی نیا کے کھیون ہاروں کا کردار شہنم کے قطروں  
 کی طرح پاکیزہ ہو، تو وہ سال بھر میں ایک بار اپنے بچوں کو لے کر کسی ایک  
 شہید کے مزار پر حاضر ہوں۔ ان کی شہادت کا تذکرہ انہیں سنائیں کہ  
 کیسے کسی گستاخ نے شان رسالت میں گستاخی کی اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کے دیوانوں اور شمع رسالت کے پروانوں نے اس گستاخ  
 کو کیسے کیفر و کردار تک پہنچایا۔ اس کے بعد شہادت کا مرتبہ پانے تک  
 تمام واقعات و حادثات تفصیل سے سنائے جائیں تاکہ ایمان میں تازگی  
 پیدا ہو۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہوں اور علمی و عملی  
 دنیا میں غلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے نکھر کر سامنے  
 آئیں۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے در سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۴۔ ڈپریشن دور حاضر کا سب سے بڑا مرض ہے۔ شاید ہی کوئی شخص  
 ایسا ہوگا جو ڈپریشن کا شکار نہ ہو۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے  
 لیے ڈاکٹروں، حکیموں کی چوکھٹوں پر حاضری اور سلام کرنا ایک معمول سا  
 بن گیا ہے۔ لیکن ڈپریشن سے نجات حاصل کرنے کے ہمارے پاس دو  
 روحانی نسخے موجود ہیں۔ جو مخلوق خدا کی بہتری کے لیے درج کئے جاتے  
 ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔

(الف) ایک نسخہ تو یہ ہے کہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 میں بدیہ درود و سلام کثرت سے پیش کیا جائے۔

(ب) کسی شہید کے مزار پر حاضری دی جائے۔

ہمارا تجربہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی



اور عزتِ مصطفیٰ پر مرٹنے والوں کو جو سکون و آرام اور راحتیں ملی ہیں، وہ اپنے پاس آنے والوں کو اپنے آستانہ سے سکون و طمانیت کی دولت بانٹتے ہیں۔ اس لیے کہ جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے، وہ وہی کچھ دیتا ہے۔ شہادت کے بعد جتنا سکون و آرام کسی شہید کو میسر آتا ہے۔ اتنا شاید ہی کسی اور کو نصیب ہوتا ہو۔ اس لیے ڈپریشن کے مریض کو چاہیے کہ وہ ان دو نسخوں سے فیض حاصل کرے۔

## کرامتِ شہید

آخر پریم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں نے پوری زندگی اس مقدس سفر میں گزاری ہے۔ اس ذکر میں اتنی لذت ہے کہ کسی اور کام میں کیا لذت ہوگی۔ ایک شہید کے ذکر میں ایک بہت اونکھی اور نرالی چیز سامنے آئی۔ وہ ایمان افروز واقعہ لذتِ کام و دہنِ ایمان کے لیے حاضر ہے۔

ایک شہید جناب غازی مرید حسین شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار ان کے آبائی گاؤں بمقام بھلہ کیریالہ نزد تحصیل چکوال میں ہے اس واقعہ میں پیرو مرشد سے گہری عقیدت کا اظہار بالکل ایک نئے انداز سے ہوا ہے۔

غازی مرید حسین شہید کو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور اپنی شان میں گستاخی کرنے والے رسولؐ نے زمانہ و مینٹری ڈاکٹر شفا خانہ حیوانات پول ضلع گوڑ گاؤں (انڈیا) رام گوپال کی مکروہ شکل بھی دکھائی۔ مرید حسین شہید



چکوال سے گوڑ گاؤں روانہ ہوئے، شفا خانہ حیوانات میں پہنچے اور  
حیوانوں سے بدتر شکل جو خواب میں دیکھی ہوئی تھی پہچان لی۔ اُسے واصل  
جہنم کیا اور عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دارورسن کو چوم لیا

ہم رسن کو چوم لیتے ہیں تڑپ کر دار پر  
یہ علامان محمد کی پرانی رسم ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)  
آپ کو اپنے گاؤں بھلے میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کے پیرو مرشد  
سلطان الغاشقین قلندر غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا روضہ خود تعمیر  
کروایا۔ اس روضہ کو دیکھ کر چاچر شریف کے روضہ کی تصویر سامنے  
آجاتی ہے۔ روضہ کی تعمیر مکمل ہوئی، تو پیر نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
سے سرشار جان کا اندازہ پیش کرنے والے مزار کی چوکھٹ کو بھگی آنکھوں  
سے شدت جذبات میں بوسہ دے دیا۔ مرید شہید نے اپنے پیر کے جذبات  
کے حضور عقیدت کا خراج پیش کیا اور وہ یوں کہ جس جگہ پیر و مرشد کے  
لبوں نے مس کیا۔ ٹھیک اُسی جگہ شہد ٹپکنے لگا جو پیر و مرشد نے بھی کھایا  
اور آپ کے ساتھ جو حلقہ ارادت تھا۔ اس نے بھی کھایا۔ پھر یہ سلسلہ حل  
نکلا۔ دو چار دس افراد نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شہد  
نوش جان کیا ہے

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے  
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی  
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا  
سمٹ کر پہاڑ اُن کی سبیت سے رانی

ہونٹوں سے بوسہ دینے اور پھر اُسی جگہ سے شہد کے ٹپکنے کا ایک



راز تھا۔ جو صرف انہی عقیدت مندوں کو معلوم تھا۔ جو اس وقت آپ کے ساتھ مزار کے اندر تھے۔ ان مریدین میں سے کسی نے یہ راز فاش کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شہد نکلنا بند ہو گیا۔ جب حضرت العاشقین قلندر غریب نواز آف چاچر طرہ شریف کو علم ہوا تو آپ نے کہتے افسوس ملتے ہوئے فرمایا اے کاش کوئی یہ راز فاش نہ کرتا۔ تو یہ شہد قیامت تک کے لیے جاری و ساری رہتا۔

یہ واقعہ ماہنامہ نعت شہیدان ناموس رسالت نمبر حصہ سوم مارچ ۱۹۹۱ء کے صفحہ ۶۸ پر درج ہے۔

دوشینہ دل حزینم بگرفت

واندیشہ یار نازنیم بگرفت

گفتم بسبر و دیدہ روم بزدار تو

اشکم بدوید استنم بگرفت

کل رات میرا دل بے قرار بے چین ہو کر تصویر یار میں گم ہو گیا میں نے  
دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں خوشی خوشی آپ کے در دوست پر حاضری  
دوں گا۔ لیکن کیا کروں؟ آنسوؤں نے آگے بڑھ کر میری آستین کو  
پکڑ لیا۔



## ”روحانی شفاخانے“ کا فیض

ڈاکٹر محمد ارشد اور ساجد قیوم ایم بی بی ایس

میری بڑی بیٹی اور اس کے سسرال کے معالج محترم ڈاکٹر محمد ارشد صاحب ایم بی بی ایس اور ان کے ایک بہت قریبی دوست ڈاکٹر ساجد قیوم صاحبان کی خدمت میں میری بیٹی نے میری کتاب ”جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے“ پیش کی۔ انہوں نے اس کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے ایک روز وہ دونوں ڈاکٹر حضرات اسی کتاب کے حوالہ سے ملنے آئے اور بہت عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ دوران گفتگو محترم ڈاکٹر ساجد قیوم نے مجھے کہا: چشتی صاحب! آپ کی کتاب میں ایک نقص ہے۔ میں نے عرض کیا: محترم آپ کا شکریہ، آپ بتائیں تاکہ اس نقص کو دور کر دیں تو ڈاکٹر صاحب نے کہا جناب یہ نقص ایسا ہے کہ دور نہیں کیا جاسکتا اور وہ نقص یہ ہے کہ جو کوئی بھی اس کتاب کو دیکھ لیتا ہے۔ وہ پھر اس کو واپس نہیں کرتا۔

تبصرے کا یہ انداز بالکل انوکھا تھا۔ ہم سب بہت محظوظ ہوئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ دو ذمہ دار افراد اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کا تبصرہ کتنا خوبصورت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایک بہت اچھا کام لے لیا ہے۔

اس پہلی ملاقات کے بعد گاہے گاہے سلام دعا رہتی تھی۔ ہم اگست



۱۹۹۳ء کو ڈاکٹر صاحبان مذکوران کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، جو  
میں نے کر لیا بہت بڑا اعزاز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اعزاز صرف اور صرف  
کتاب روحانی شفا خانے کی وجہ سے ہے کہ جن بزرگان دین کے فیوض  
برکات کو عام کرنے کا اعزاز میرے حصے میں آیا ہے۔ وہ بزرگان دین اس  
سے خوش ہیں اور مجھے اپنے روحانی فیوض و برکات سے بھی فیض یاب  
کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ارشد صاحب جن کا کلینک و نڈالہ روڈ شاہدرہ میں ہے نے  
بتایا کہ میں اور ڈاکٹر ساجد قیوم ایم بی بی ایس دونوں کسی کام سے ستمبر اگست ۱۹۹۳ء  
کو سادہ کپڑوں میں ملبوس یتیم خانہ گئے۔ ہمارے کپڑوں سے ظاہر نہ ہوتا تھا  
کہ ہم ڈاکٹر ہیں۔ ہم دو تین بار پہلے بھی ایک کام سے یتیم خانہ گئے تھے لیکن  
کام نہ ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں آج پھر جانا ہوا کہ ایک بزرگ نے ہم دونوں  
کا راستہ روک کر کہا۔ ڈاکٹر صاحبان کھڑو! اور مجھے چائے پلاؤ۔ ڈاکٹر  
صاحب نے دو روپے نکال کر دیئے اور کہا یا باجی چائے پی لیں بزرگ  
فرمانے لگے۔ پیسے تو میرے پاس بھی بہت ہیں پیسے نہیں چاہئیں چائے پلائیں  
اور سنو! جو کام تم آئے ہو وہ آج ہو جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں  
ہم نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی اور آگے چل دیے لیکن بزرگوں  
نے پھر راستہ روک لیا اور کہا ڈاکٹر صاحب چائے پلاؤ۔ ڈاکٹر صاحبان نے  
کہا بابا ہمارے پاس وقت نہیں ہے آپ پیسے لے لیں اور چائے پی  
لیں۔ بزرگ فرماتے ہیں۔ اگر پیسے ہی دینے ہیں تو پانچ روپے دیں۔ ہم  
نے کہا ہمارے پاس نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ آپ کے پاس پانچ روپے  
کانوٹ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں میں نے جیب میں دیکھا تو واقعی



پانچ روپے تھے۔ میں نے پانچ کالوٹ دیا تو کہنے لگے یہ پرانا ہے نیا نوٹ لینا ہے۔ یہ رکھ لو۔ ہم نے نیا نوٹ دے کر جان چھڑانا چاہی، تو وہ کہتے ہیں آپ حشٹی صاحب کو جانتے ہیں۔ ہمیں یاد تو نہیں تھا، ویسے ہی کہہ دیا، ہاں جانتے ہیں تو باباجی کہنے لگے حشٹی صاحب کو پیغام دے دیں۔ ہم نے ان کی عمر بڑھادی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں: میں نے کہا۔ باباجی! زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، آپ کون ہوتے ہیں کسی کی عمر بڑھانے یا کم کرنے والے۔ باباجی نے کہا: نہیں ڈاکٹر صاحب آپ نہیں جانتے ہمیں اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے ہم جس کی چاہیں عمر بڑھا دیں اور جس کی چاہیں عمر کم کر دیں۔

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ ہم باباجی کی باتیں سن کر اور چلنے کے لیے پانچ روپے کا نیا نوٹ دے کر چل دیے۔ جس کام کے لیے گئے تھے وہ فوراً ہو گیا۔ اس کے لیے ہمارا یہ تیسرا چکر تھا لیکن نہیں ہو رہا تھا۔ آج جلتے ہی ہو گیا اور ہم جلد فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے۔

یہ واقعہ ۴ اگست ۱۹۹۳ء کا ہے۔ اس کے بعد ہم بھول گئے کہ ہمارے ساتھ کوئی واقعہ ہوا ہے اور نہ ہی حشٹی صاحب کو پیغام دینا یاد رہا۔ البتہ ایک دن ذہن میں آیا کہ باباجی کو کیسے پتہ چلا کہ ہم ڈاکٹر ہیں اور یہ بھی ذہن میں آیا کہ اگرچہ واقفیت بہت ہے۔ لیکن ان میں سوائے عبدالحق ظفر حشٹی صاحب مصطفیٰ آباد والوں کے علاوہ کوئی صاحب ایسے نہیں جنہیں ہم حشٹی صاحب کہہ کر بلا تے ہوں۔

ڈاکٹر ارشد صاحب کہتے ہیں کہ ۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کی رات کو ایک خواب دیکھتا ہوں کہ مولانا عبدالحق ظفر حشٹی صاحب اور ان کے بڑے بیٹے حافظ



محمد عامر چشتی صاحب میرے کلینک پر مجھے ملنے آئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر بیٹھے اور اٹھ کر چلے گئے۔ ابھی وہ اپنی گاڑی سٹارٹ کر کے روانہ ہوئے ہی ہیں کہ وہی باباجی جو یتیم خانہ میں ۳ اگست ۱۹۹۳ء کو ملے تھے وہ آجاتے ہیں اور آتے ہی پوچھتے ہیں۔ ڈاکٹر! تم نے میرا پیغام چشتی صاحب کو پہنچایا تھا۔ میں نے کہا پیغام تو نہیں پہنچایا، البتہ وہ ابھی مجھے مل کر گئے ہیں میں باہر نکل کر دیکھتا ہوں جب باہر نکل کر دیکھا تو چشتی صاحب جا چکے تھے۔ اس خواب سے میں نے یہ سمجھا کہ ہو سکتا ہے کہ ۳ اگست کے واقعہ کے حوالہ سے میں کسی اور چشتی صاحب کو پیغام دے دیتا۔ لیکن باباجی ڈیرہ ماہ بعد چشتی صاحب کو بلوا کر مجھے دکھا کر کہا کہ ان کو میرا پیغام بھجوادو کہ ہم نے ان کی عمر بڑھادی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں نے صبح اٹھ کر سب سے پہلے یہی کام کیا۔ اور آپ کو پیغام بھجوایا کہ ایک باباجی ہمیں ملے ہیں اور ان کا پیغام یہ ہے کہ ہم چشتی صاحب کی عمر بڑھادی ہے اور اتفاق دیکھئے کہ جس دن راقم الحروف کو یہ پیغام ملتا ہے۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے میرے بڑے بیٹے حافظ محمد عامر چشتی المعروف عبدالرحمن صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک ننھا سا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام ہم نے طہ محمد رکھا۔ راقم الحروف یہ سمجھتا ہے کہ بزرگوں کا اشارہ شاید اسی طرف ہے اور اسی وجہ سے یہ بچہ خصوصاً میرے لیے اور میرے خاندان کے لیے نیک شگون ثابت ہوگا۔ میرے نزدیک میری عمر بڑھادینے سے مراد اسی بچے کی پیدائش ہے جو ہمارے خاندان کا نام روشن کرے گا اور ہماری زندگی بڑھائے گا۔ انشاء اللہ العفور اور یہ بزرگ بھی انہی بزرگوں میں سے کوئی ہیں جن کے روحانی شفاخانوں کے بارے میں تحریر کر رہا ہوں۔



*[Faint, illegible handwritten text in Urdu script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]*



مختلف بیماریوں کیلئے  
 فیض کے چشمے



فصل في بيان  
الصفات والصفات



# چند فیض کے چشموں کا مختصر تعارف

راوی : جناب راجا محمد یوسف خاں صاحب، موضع ڈھنگوال تحصیل  
پنڈ وادن خاں ضلع جہلم۔

۱۲ اپریل ۱۹۹۲ء کی ڈاک میں دو خطوط ایسے تھے جن کا تعلق صرف میری  
کتاب "روحانی شفا خانے" کے ساتھ تھا۔ اس میں ایک خط  
جناب محمد سرور شفقت صاحب کا تھا۔ جو اسسٹنٹ  
پروفیسر ہیں اور کیڈٹ کالج حسن ابدال ضلع ٹک میں پڑھانے ہیں۔ دوسرے  
صاحب جناب راجا محمد یوسف خاں صاحب کا نوازش نامہ تھا  
جو موضع ڈھنگوال تحصیل پنڈ وادن خاں ضلع جہلم سے تعلق رکھتے ہیں  
مؤخر الذکر نے اپنے طویل خط میں کرم نوازی فرمائے ہوئے، اٹھارہ فیض  
کے چشموں کی نشاندہی فرمائی۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر روحانی شفا خانے  
میں کسی نہ کسی طرح آچکا ہے۔ باقی کی تفصیل راجا صاحب کے حوالے سے من  
عن درج کی جا رہی ہے تاکہ عوام الناس ان سے فیض یاب ہوں۔ فقیر  
راجا صاحب کے لیے خصوصاً دعا گو ہے۔

خالقاہ حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ  
نام زیارت :- المعروف شاہ سفید

قوم میانہ اس خالقاہ کی گدی نشین ہے اور اپنے آپ  
وجہ شہرت :- کو حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بتاتے ہیں۔



جذامی اس دربار پر جا رو ب کشتی کرتے ہیں اور مرض جذام سے نجات  
ملتی ہے۔ ماہ بیساکھ کی ہر چار جمعرات کو میلہ لگتا ہے۔

(روحانی شفا خانے میں حضرت شاہ سفیر رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ص ۱۵۶  
سے ص ۱۶۱ تک موجود ہے۔)

محل وقوع :- میانہ موہڑہ تحصیل سوہا وہ، ضلع جہلم، جی ٹی روڈ سوہا وہ  
سے بذریعہ وین دربار پر جاتے ہیں۔

نام زیارت :- خالقہ غازی ناڑہ

وجہ شہرت :- یہ پرانی زیارت ہے۔ پہاڑ میں ایک چشمہ ہے  
جس سے پانی نکلتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ چشمہ  
صاحب مزار کی دعا سے جاری ہوا تھا۔ اس چشمہ میں وہ عورتیں جن کو بوجہ  
پرچھانواں اولاد پیدا نہیں ہوتی، چاندنی رات اتوار کو نہاتی ہیں تو بیماری  
سے نجات ملتی ہے۔

محل وقوع :- موضع سوہن، غازی ناڑہ، ضلع جہلم، جی ٹی روڈ دینہ  
سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- چشمہ گراٹ

وجہ شہرت :- یہ چشمہ جہلم شہر سے یفاصلہ تقریباً ۲۵ کلومیٹر جنوب  
غرب قلعہ روہتاس کے قریب رکھ سرکار میں واقع ہے

عہد چغتائی میں شاہ عثمان غازی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام یہاں ہوا جن کی  
دعاؤں کا ثمر ہے کہ یہ چشمہ جاری ہوا۔ ماہ چہیت بیساکھ میں معدے  
کے مریض یہ پانی استعمال کرتے ہیں جس سے بکثرت اسہال آتے



ہیں جن سے معدہ صاف ہو کر مقوی ہو جاتا ہے۔ اس پانی کا استعمال  
ماہ ہائے اسوج وکاتک میں کیا جاتا ہے۔

محل وقوع :- جی ٹی روڈ، جہلم، دینہ سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- دہرام رائے، خانقاہ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ۔  
وجہ شہرت :- دہرام رائے نامی پانی کا چشمہ ہے جو حضرت  
سید جلال رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے جاری ہوا۔ اس چشمہ پر جن عورتوں  
کو سایہ کا مرض ہو (سایہ آسیب کو کہتے ہیں) وہ عورتیں یہاں آ کر  
تین اتوار غسل کرتی ہیں اور ایک پتھر جو اس جگہ موجود ہے۔ اس کے  
گرد سات پھیرے لگاتی ہیں اور جب تک بدن خشک نہ ہو جائے  
اس وقت تک بولنا منع ہے۔ پہلے منت پاتخ کثیرہ مقرر ہے منت  
پوری ہونے پر حسب توفیق چڑھا دیتے ہیں۔

محل وقوع :- راول، تحصیل پنڈدادن خاں، ضلع جہلم، غریب وال  
سیمنٹ فیکٹری سے سواری میسر آتی ہے اور  
فیکٹری موٹر کے لیے جہلم۔ منڈی بہاؤ الدین، کھاریاں اور پنڈدادن خاں  
سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- خانقاہ پیر تھوڑ

وجہ شہرت :- یہ بزرگ ہوئے ہیں۔ ریح کے درد کے لیے  
روز اتوار ان کے ہاں آ کر سلام کیا جاتا ہے تو درد رفع ہو جاتا ہے  
اس جگہ کی خاک بھی جائے درد پر ملتے ہیں۔



محل وقوع : دھریالہ کہون، تحصیل و ضلع چکوال، چوہاسیدن شاہ سے سواری ملتی ہے اور چوہاسیدن کے لیے پٹو دا نجاں اور چکوال سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- خانقاہ حضرت میاں سالپ رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- رنج کے درد والے تین انوار سلام کرتے ہیں اور گیٹی چھوٹے پتھر جو مزار پر ہوتے ہیں درد والی چکبھیڑنے ہیں تو شفا ہوتی ہے۔ حضرت میاں سالپ گوجر قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی اولاد گوجر میاں کہلاتی ہے۔

محل وقوع :- موضع ارڑ تحصیل و ضلع چکوال، چوہاسیدن شاہ سے سواری ملتی ہے اور چوہاسیدن شاہ کے لیے چکوال اور پٹو دادن خان سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- خانقاہ سید خواجہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- یہ ہمدانی سید ہوئے ہیں حضرت شاہ بلاول ہمدانی کی اولاد میں سے ہیں جن کا مزار دندہ شاہ بلاول تحصیل تلہ گنگ میں ہے۔ ان کے مزار پر کوئی شخص چالیس روز حاضری دیتا ہے تو اس کی مراد پوری ہوتی ہے۔

محل وقوع :- تلہ گنگ ضلع چکوال۔ میاںوالی۔ راولپنڈی اٹک سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- حضرت پیرناڑہ رحمۃ اللہ علیہ



وجہ شہرت :- یہ صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں کسی آدمی  
 گلے یا ریوڑ کا کوئی مولشی بیمار ہو جائے اور مالک  
 رات کے وقت خالقہ پر حاضری دے کہ مولشی کی بیماری کی اطلاع  
 دے تو بیمار مولشی تندرست ہو جاتا ہے۔ نیز پچیش کے مریض دربار کے  
 چشمے سے پانی پییں تو پچیش کا عارضہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔  
 محل وقوع :- موضع مورت، تحصیل تند گنگ، ضلع چکوال سے سواری ملتی  
 ہے اور تند گنگ کے لیے جہلم، چکوال راولپنڈی، اٹک  
 اور لاہور سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- دربار حضرت شاہ دلاور رحمۃ اللہ علیہ  
 وجہ شہرت :- یہ بزرگ قوم کے اعوان ہوئے ہیں جو مرضی آسیب  
 کا شکار ہو وہ بروز جمعرات دربار پر حاضری دے اس کو  
 شفا کا ملہ نصیب ہوتی ہے۔

موضع جہاں شاہ دلاور، تحصیل تند گنگ، چکوال، تند گنگ  
 محل وقوع :- سے سواری ملتی ہے اور تند گنگ کے لیے جہلم چکوال  
 راولپنڈی اور اٹک سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- خالقہ حضرت بی بی رابعہ صاحبہ

وجہ شہرت :- یہ بی بی صاحبہ بھی قوم اعوان سے ہوئی ہیں مرض چنبل والے  
 اس دربار پر حاضری دیتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

محل وقوع :- موضع بوڑھاں تحصیل تند گنگ، ضلع چکوال۔



نام زیارت :- خانقاہ حضرت سید خیر شاہ ہمدانی  
رحمۃ اللہ علیہ۔

وجہ شہرت :- یہ بزرگ ہمدانی سید ہیں۔ درد رزح کے مریض تین  
اتوار حاضری دیتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

محل وقوع :- موضع پنن وال، تحصیل پنڈدادن خاں ضلع جہلم پنن وال  
کے لیے پنڈدادن خان جہلم، منڈی بہاؤ الدین، اور لاہور  
راولپنڈی سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- خانقاہ حضرت سید نور شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- یہ صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں جب کوئی مویشی  
شیردار بیمار ہوتا ہے تو دودھ کا چڑھا دیتے ہیں۔  
مویشی تندرست ہو جاتا ہے۔

محل وقوع :- لاہور، راولپنڈی سے سواری ملتی ہے۔ کوٹ بلوچ، تحصیل  
پھالیہ، ضلع گجرات، منڈی بہاؤ الدین سرگودھا، کھاریاں  
راولپنڈی، لاہور سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- خانقاہ پیر چنیل رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- یہ زیارت غریب وال سیمٹ فیکٹری کے اوپر پہاڑ  
کے دامن میں واقع ہے۔ چنیل کے مریض اس خانقاہ پر حاضری دیتے  
ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

محل وقوع :- نزد سلونی تحصیل و ضلع چکوال غریب وال فیکٹری سے



پہیل اور بذریعہ سواری چوا سیدن شاہ سے سلوٹی اتر کر جاتے ہیں۔

نام زیارت :- پیر ہر ار حمتہ اللہ علیہ۔

وجہ شہرت :- یہ دربار خاص جہلم شہر میں ہے۔ دفتر ضلع کوئٹہ کے نزدیک برلب دریا کے جہلم واقع ہے۔ بے اولاد عورتیں تین اتوار غسل کرتی ہیں اور مراد پاتی ہیں۔

محل وقوع :- جہلم شہر ٹاہلیاں والہ روڈ۔ شاندار چوک جہلم شہر سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- دربار حضرت شہا بل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ چنیل اور ہاتھ پاؤں کا پک کر سنا کے مریض اس دربار کی خاک لگاتے ہیں۔ سلام کرتے ہیں اور شفا کاملہ پاتے ہیں۔

محل وقوع :- بھیرہ، تحصیل بھلووال، ضلع سرگودھا۔

نام زیارت :- دربار حضرت معصوم بادشاہ عرف ایانے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- مادر زاد ولی ہوئے ہیں اور بعد طفولیت پردہ پوش ہوئے۔ عموماً لوگوں کو زیارت کراتے ہیں۔ ان کے دربار پر سلام کرنے سے جسم پر اضافی تیل اور جن کو پنجابی چوہیاں بولتے ہیں یعنی جسم پر کیل وغیرہ بن جاتے ہیں کامرمن رفع ہو جاتا ہے۔

محل وقوع :- چک دانیال، نزد پن وال، تحصیل پنڈدادنخان ضلع جہلم



اور پنن وال کے لیے جہلم، کھاریاں، راولپنڈی، لاہور، منڈی بہاؤ الدین اور پنڈ دادن خاں سے سواری ملتی ہے۔

نام زیارت :- دربار حضرت سائیس روڈ اسلطان رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ بے اولاد عورتیں دربار پر سلام کرتی ہیں اور دربار پر آگے ہوئے پیری کے درخت کو ہلاتی ہیں۔ اگر کوئی پیر کا پتہ ان کی گود میں آن کرے تو ان کی مراد بر آتی ہے۔

محل وقوع :- چوانج علی شاہ تحصیل چکوال اور چوایسیدن شاہ سے سواری ملتی ہے۔ جہلم سے خانپور جا کر بھی سواری مل جاتی ہے۔

نام زیارت :- حضرت پیر کرم شاہ ٹوپی والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ

وجہ شہرت :- یہ مشہور بزرگ ہوئے ہیں اور ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ دربار پر منت ماننے سے اور متولیان اولاد بزرگ سے تعویذ لینے سے گردہ و مٹانہ کی کنکری اور تپھری دفع ہو جاتی ہیں۔

محل وقوع :- "پیرداکھارا، تحصیل پنڈ دادن خاں ضلع جہلم، اللہ ٹاؤن سے سواری ملتی ہے اور اللہ کے لیے پنڈ دادن خاں خوشاب سے سواری ملتی ہے۔ ملک وال خوشاب سے بذریعہ ریلوے بھی اللہ جلتے ہیں جہلم سے بھی اللہ کے لیے سواری ملتی ہے۔"

"اس موخر الذکر زیارت کا تذکرہ "حصہ ثانی امراض کے روحانی

"شفاخانے" میں بڑی تفصیل سے موجود ہے" (مؤلف)



## کینسر اور حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز صبح فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید ہائی سکول آراے بازار لاہور کینٹ میں بچوں کی دعا (اسمبلی) سے فارغ ہوا تو ایک دیرینہ طالب علم جس کا نام غلام مرتضیٰ تھا اور والٹن روڈ پر رہتا تھا۔ سامنے آیا اور جھک کر بڑے احترام سے سلام کیا۔ میں نے غور سے دیکھا اور پہچان کر کہا :-  
غلام مرتضیٰ کہاں رہے ہو کہنے لگا کہ جی آج بس آپ سے ہی ملنے آیا ہوں میں نے سو بسیم اللہ کی اور اپنے کمرے، لائبریری میں لے گیا۔ بیٹھے، حالات دریافت کئے تو اس نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔

چشتی صاحب میرے ایک بھائی مجھ سے بڑے ہیں اور انہیں ہڈیوں کا کینسر ہے اور اس قدر شدت درد میں مبتلا رہتے ہیں کہ برداشت سے باہر ہے۔ ہر روز چودہ چودہ ٹیکے لگتے ہیں۔ شدت تکلیف سے زبان بھی تھمتھلانے لگی ہے۔ ایک روز ہمارے پڑوس سے ایک عورت آئی اور اس نے بتایا کہ میرا بیٹا اپنے اسکول کی لائبریری سے پڑھنے کے لیے ایک کتاب لایا ہے جس کا نام روحانی شفا خانے ہے۔ اس میں ایک بزرگ حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے۔ جہاں سے ہر مریض کو ہر مرض سے شفا ملتی ہے۔ تم بھی یہ کتاب پڑھو یہ کتاب دیکھی تو آپ کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مضمون کو پڑھا تو دل میں آئی اور سب اہل خانہ نے اس کی تائید کی کہ جہاں دنیوی ڈاکٹر، اطباء اور حکماء آڑ لٹے ہیں۔ ہر ہسپتال کے دروازہ پر دسک دے لی ہے۔ شفا نہیں ملی، تو چلو یہ آستانہ بھی آزمایا لیتے ہیں۔

اسی نکتہ نظر سے ہم اپنے مریض بھائی کو لے کر حضرت شاہ یقین رحمۃ اللہ علیہ



لے گئے۔ چند روز قیام کے بعد ایک روز صبح ہمارے بھائی صاحب کا چہرہ اتنا نکھرا ہوا اور ہشاش بشاش تھا کہ ہمیں حیرت ہونے لگی۔ بوجہ بیماری زبان سے لکنت ہونے کی وجہ سے وہ صاف طور پر اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے بتایا کہ حضرت شاہ لقیق رحمۃ اللہ علیہ رات کو خواب میں زیارت سے مشرف فرما گئے ہیں اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ میں الپچی ابال کر پی لو۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔

ہم نے فوراً دودھ مہیا کیا، اس میں الپچی ڈالی۔ دودھ کو گرم کیا بھائی جان کو پلایا، تو خدا کی شان دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بھائی جان کو سکون آگیا، اور در کی ٹیسس رُک گئیں۔ اس کے بعد یہ نسخہ مسلسل استعمال کیا جانے لگا۔ آخر کل ۲ فروری ۱۹۹۲ء کو ہم اپنے صحت مند بھائی کو لے کر واپس آگئے ہیں۔ گھر پہنچے ہیں۔ آج کی رات یہاں پہلی رات تھی کہ شاہ صاحب پھر خواب میں تشریف لائے اور کہا کہ یہ نسخہ جاری رہنا چاہیے۔

صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، شکر یہ ادا کرنے کے لیے کہ آپ کی نشاندہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تکلیف دور کر دی اور ہمیں سکون نصیب ہوا۔

غلام مرتضیٰ تو یہ واقعہ سنا کر چلا گیا۔ لیکن میری کیفیت دیدنی تھی اور میں بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز تھا کہ اسے قادر مطلق! تم نے مجھ پر کتنا کرم کیا ہے کہ اپنے نیک بندوں کی خدمت پر مامور کر دیا اور ان کے فیوض و برکات سے لوگوں کو آگاہ کر رہا ہوں اور تیری دکھی اور مجبور مخلوق ان سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ الحمد للہ

دیدار کے قابل یہ کہاں میری نظر ہے  
یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا ادھر ہے



## حضرت منگو پیر کے حالات زندگی

راقم الحروف کی تحریر روحانی شفا خانے کے ایک قاری جناب ابوارشد محمد حفیظ نقشبندی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت منگو پیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنے عمیق مطالعہ کا حاصل ارسال فرمایا جسے فیض کے چشمے پڑھنے والوں کی نذر کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"تاریخ تحفۃ الکرام (سندھی) میں ہے کہ منگھی جو طوق" کہ مشہور پہاڑ ہے۔ حاجی منگھے پیر نامی ایک ولی اللہ بزرگ جو حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں یہاں مدفون ہیں۔ یہ جگہ بزرگوں اور صاحبان توفیق کے لیے قبولیت دعا اور سکون قلب کا باعث ہے۔ اس لیے یہ "منگھی جو طوق" کے نام سے مشہور ہے۔ پہاڑوں کے کنارے گرم پانی کے چشمے ہیں جن کے ارد گرد غسل خانے بنے ہوئے ہیں جن میں لوگ غسل کرتے ہیں اور جلدی بیماریوں سے شفا پاتے ہیں۔ دوسری طرف ٹھنڈی کشتی (سرد پانی کا چشمہ) ہے مزار شریف کے بالکل قریب مگر مچھوں کا تالاب ہے۔ ان میں مور صواب نامی ایک مگر مچھ رہتا ہے۔ جو دوسرے مگر مچھوں کا سردار کہلاتا ہے۔ زائرین کے نذرانوں میں جو منت کا ذبیحہ جالتور بنام خدا جل جلالہ ذبح کیا جاتا ہے اس



کا گوشت پہلے مور صاحب کو پیش کیا جاتا ہے۔ اگر اس نے کھالیا تو گویا نذر قبول ہو گئی۔ گرم کشتی کے قریب ہی پہاڑ کے ایک گوشے میں مخدوم لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ کا چلہ ہے جس کو صاحب تحفہ الکرام نے "کندری" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ قریب ہی ایک نہر بھی ہے جس کے دوسری طرف فقیروں کی نشست گاہیں اور باغات ہیں۔

شیخ طریقت زین شریعت نقیب اولیاء حضرت الحاج <sup>فظ</sup> قاری شاہ محمد غلام رسول صاحب قادری حشمتی نظامی قلندری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندانی بزرگوں کے مشاہدات کتاب "تحفہ علمی" میں ہیں۔ پچھلی تاریخی روایات جن کو بزرگوں سے سنا ہے۔ ان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ پیر منگھے بادشاہ پہلے ہندو تھے پھر مسلمان ہوئے، ان کو لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے کسی ایک نے مشرف بہ اسلام کیا، اور توحید و نبوت کے نور سے منور کیا اور ان کے باوجود بندگانِ خدا کے لیے فیضان و برکات روحانی، قدرتی اور باطنی سرچشمہ بنا دیا۔ میرے نزدیک آپ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی مسلمان کیا اور بیعت و خلافت کا شرف بخشا۔ آج بھی آپ کے مزار کے قریب ایک دروازہ ہے جس کا نام "باب فرید" ہے (نقشبندی)

قدرتی آبی چشموں سے غسل کرنے سے جسمانی و جلدی امراض دور ہو جاتے ہیں۔ عالم انسانی میں پیر منگھے بادشاہ نے روحانی و



باطنی فیض پہنچا کر امراضِ شرک و کفر و بدعت سے نجات دلائی۔  
اور اپنے ڈپرے کو دینِ اسلام کے انوار و ہدایت کا سرچشمہ بنا دیا۔  
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى

تاریخ تحفہ الکرام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین  
ذکر یا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر  
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غازی محمد عثمان ملوندی المعروف  
لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید جلال الدین بخاری  
رحمۃ اللہ علیہ ہم عصر ہیں اور ہم سفر ہیں۔ قرین قیاس یہ ہے  
کہ انہوں نے ہی منگھے رام کو پیر منگھے بادشاہ بنا دیا ہوگا۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی

بدلتی زمانے کی تقدیر دیکھی

منگھوپیر کے چشموں سے نکلنے والا پانی قابل استعمال اور  
جسم و جاں کے لیے فرحت انگیز ہے۔ اگر اس کا کیمیائی تجربہ  
کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ پانی جلدی امراض کے لیے بھی  
مفید ہے۔ دورِ قدیم سے ہی جلدی امراض کا یہاں ایک ہسپتال  
قائم تھا۔ ان چشموں کا پانی پینے اور فصلیں اگانے کے کام بھی آتا  
تھا۔ یہی سبب ہے کہ ماضی میں منگھوپیر کی وادی میں باغات کثرت  
سے تھے۔ ان باغات سے حاصل ہونے والا پھل کافی ذائقہ دار

ہوتا ہے۔

ارے میگسار و سویرے سویرے خرابات کے گرد پھر یہ پھرے  
کبھی اس طرف آن کر کے بھی دیکھو بڑی رونقیں ہیں فقیر و نکلے ڈپرے



جن حضرات نے روحانی شفا خانے کا بغور مطالعہ کیا ہے ان سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس کتاب کی تحریر اور فیض کے چشمے لکھنے کا سبب میرا سب سے بڑا بیٹا حافظ محمد عامر چشتی ہے جسے بائیس پنڈلی پر چنیل کا زخم تھا جو مسلسل علاج معالجہ سے بھی درست نہ ہو سکا۔ بلکہ مرض بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اُسے کسی نے کہا کہ تم کراچی چلے جاؤ، وہاں حضرت منگھوپر رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ اس آستانہ کے ساتھ گرم پانی کا چشمہ ہے اس چشمے کے پانی سے اگر زخم دھویا جائے تو آرام آجاتا ہے۔ بچہ کراچی چلا گیا پندرہ روز بعد واپس آیا تو واقعی زخم مندمل ہو چکا تھا۔ بچے نے بتایا کہ اس دوران میں نے کوئی دوا استعمال نہیں کی بلکہ چشمے سے ایک دفعہ پانی گھر لے آیا تھا۔ اس سے دھوتا رہا ہوں، بس زخم کو آرام آگیا۔

اس حیرت زا واقعہ نے طبیعت کا زحمان اس طرف مائل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جیسے روحانی شفا خانے نہ جانے کہاں کہاں کھولے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دکھی اور پریشان حال مخلوق کو ان روحانی شفا خانوں سے فیض یاب ہونے کے لیے معلومات فراہم کرنی چاہئیں۔

یہی سوتج اور فکر روحانی شفا خانے لکھنے پر آمادہ کرتی رہی۔ بالآخر اس موضوع پر تاریخ انسانی کی اردو کی پہلی کتاب منصفہ شہود پر آگئی جس نے محققین کو نئے انداز سے سوچنے کے زاویے بچھنے اس کتاب میں آنکھوں کے امراض، گردے اور پتھری، جذام، بوالسیر، بچوں کا سوکھا پن، عورتوں کا بانجھ پن، باؤلے کتے کے کاٹے کا علاج جوڑوں کا درد، پیٹ کے جملہ امراض، بلڈ پریشر جیسی موذی امراض سے نجات کے لیے روحانی شفا خانوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔



کتاب کی اشاعت کے بعد خطوط کا سلسلہ شروع ہوا۔ اربابِ محبت نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ مصنفین اور کالم نگاروں نے سراہا اور تبصرے لکھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مزید روحانی شفا خانوں کی نشاندہی فرمائی۔ وہ سلسلہ جاری رہا۔ دوسرے ایڈیشن میں تقریباً ساٹھ صفحات کا اضافہ ہوا۔ لیکن مزید شفا خانوں کی نشاندہی کا سلسلہ مزید جاری رہا۔ بندہ ان دنوں تفسیر نبوی کے ترجمے میں مصروف رہا۔ اُس سے فراغت کے بعد اربابِ محبت نے اس طرف توجہ دلائی۔ اب بندہ نے دوسری کتاب "فیض کے چشمے" کے عنوان سے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ نہ جانے کتنے لوگ ان کتابوں کو پڑھ کر ان فیض کے چشموں سے فیض حاصل کر کے درد و کرب سے نجات حاصل کریں گے۔ آپ کا سکون میرے لیے راحتِ دارین ہے۔

فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ



## بہکے کانوں کا درست ہونا

فیض کا چشمہ :- ماں کے قدم

راوی :- افتخار احمد چشتی صاحب ولد مولانا عبدالحکیم صاحب

افتخار ٹریڈرز B/۶۶ فضل مارکیٹ شاہ عالمی لاہور

مکان A/۳۵۵ گلی ۳، گلستان کالونی، غازی روڈ۔ لاہور کینٹ

آبائی گاؤں :- ڈاک خانہ خاکی تحصیل و ضلع مانسہرہ۔

خوب رو نوجوان، سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہرہ پر بہار،

قراقلی ٹوپی، نفیس الطبع اور نزاکت کا پیکر شخص کبھی کبھی محترم حاجی عبدالوجید

صاحب بلٹری اکاؤنٹس کالونی مصطفیٰ آباد لاہور کی محفلِ میلاد شریف

میں نظر آتے۔ نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے، آنسو بہاتے

اور کسی پسندیدہ شعر پر اچانک تڑپنے لگتے، نہ عینک کا ہوشنہ ٹوپی

کا، پوری محفل کو سنبھالنا مشکل ہو جانا کپڑے پھٹ جاتے، جسم زخمی ہوتا۔

آنسوؤں کے موتیوں کی لڑی ہے کہ ٹوٹنے نہیں پاتی ہم ظاہر بین لوگ کیا

جانیں، یہ تڑپنا کیا ہوتا ہے۔ پھر کنا کسے کہتے ہیں یہ محض دکھاوا ہے یا

حقیقت ہے۔ اللہ کبھی کبھی دل میں خواہش پیدا ہوتی، کہ اگر یہ کوئی اچھی

بات ہے اور کیف آور اور لذت بخش ہے۔ تو یا اللہ کبھی یہ نعمت ہمیں

بھی عطا فرمادے۔ لیکن بسا آرزو کہ خاک شد۔

ذرا قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ شخص جتنا ظاہر سے خوبصورت ہے



اندر سے اس سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ ان کے والد محترم جناب حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم صاحب خطیب جامع مسجد بمقام خاکی، حضرت علامہ مولانا انور کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے اور دیوبندی مکتب فکر کی معروف شخصیت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان کے بیٹے افتخار احمد صاحب کو دس بارہ سال کی عمر میں بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی مل گئی، یعنی جدھر دیکھتے، لفظ اللہ لکھا ہوا نظر آتا۔ روٹی پر پانی پر، گلاس پر، دیوار پر، درختوں کے پتوں پر گویا آئینا توڑا فٹہ وَجْهَ اللّٰهِ کی جھلک ہر طرف نظر آنے لگی۔ اللہ ان کی آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو گیا کہ وہ جسے دیکھیں، جدھر دیکھیں، جہاں دیکھیں اور جب دیکھیں ہر طرف اللہ اللہ نظر آنے لگا۔ رفع حاجت کے لیے جاتے، تو سامنے، نہانے جاتے تو سامنے حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ کرنے سے معذور ہو گئے۔

افتخار صاحب نے بتایا۔ ہمارے گاؤں میں صرف ایک گھر میں ریڈیو تھا اور میرا قوالی سننے کو جی چاہتا تھا میں ہر جمعۃ المبارک نہادھو کر صاف کپڑے پہن، چھوٹی عمر ہی کوئی دس گیارہ سال کی۔ ریڈیو والوں کے گھر چلا جانا۔ بارہ بجے سے ایک بجے تک قوالی ہوتی تھی، قوالی سنتا اور مست ہو جاتا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔

میں نے اپنی کیفیت کا ذکر ایک دوست سے کیا تو انہوں نے مجھے حضرت میاں خاکی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر حاضری کا مشورہ دیا۔ آپ کے نام سے ہمارے گاؤں کا نام ہے اور آپ کا دربار ہمارے گاؤں سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے وہاں جا کر حاضری دینا شروع کر دی، دعا مانگی، چونکہ بچپن تھا اس لیے کوئی سلیقہ بھی نہ تھا۔ بس اتنا عرض کیا حضور اب رفع حاجت کیلئے



بھی نہیں جاسکتا۔ پاکیزگی کے لیے مٹی کا جو ڈھیلا اٹھاتا ہوں۔ اس پر بھی اللہ لکھا ہوتا ہے۔ ادب اور شرم کے بارے وہ اٹھا نہیں سکتا۔

حضرت بابا میاں خاکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر حاضری سے یہ کرم ہو گیا کہ رفع حاجت کے لیے جلتے ہوئے یہ کیفیت نہ ہوتی۔ باقی ہر جگہ یہ کیفیت رہی۔ ایک دن گھر میں لکڑی پھاڑنے لگا۔ کلہاڑی ہاتھ میں تھی۔ لکڑی پر مارنے لگا۔ لیکن نہ مار سکا کہ اس پر تو بڑا خوبصورت کر کے اللہ لکھا ہوا تھا۔ کلہاڑی رکھ دی۔ والد صاحب نے فرمایا، لکڑی کیوں نہیں کاٹتے۔ عرض کیا۔ ابا حضور کیسے کاٹوں؟ اس پر تو اللہ لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے آکر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، تو کہا۔ یہاں تو کچھ نہیں لکھا۔ میں نے کہا۔ ابا جان مجھے نو نظر آ رہا ہے۔ والد صاحب تو عالم دین تھے سمجھ گئے۔ بچے کے دل کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ الحمد للہ۔

۵ دل بیتا کی کر خدا سے طلب

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

انہوں نے ہنس کر فرمایا: بیٹیا! تیرا محکمہ دوسرا ہے۔ ہم دیوبندی مکتب فکر کے ہیں۔ لیکن تیری لاشن دوسری ہے۔ یہ دوسری لاشن پر چلنے والے افتخار احمد صاحب اپنی صحیح لاشن پر چڑھ گئے اور حضرت پیر طریقت راہبر شریعت صوفی محمد فاروق رحمانی چشتی صابری کراچی والوں کے دستِ اقدس پر مرید ہو گئے پہلے وہ پیر و مرشد حضرت عارف رحمانی صاحب آف راولپنڈی سے بیعت ہوئے ان کے وصال کے بعد اپنے دادا مرشد حضرت صوفی محمد فاروق رحمانی چشتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کی۔

ایمان افروز بات جناب رحمانی صاحب سگریٹ نوشی بہت کرتے تھے افتخار احمد چشتی صاحب کہتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد



ایک دن دل میں آیا کہ یہ اچھے پیر ہیں کہ ہر وقت سگریٹ پیتے رہتے ہیں  
 بجھنے ہی نہیں دیتے۔ یہ دل کی دھڑکن نہ جانے انہوں نے کیسے سنی اور  
 فرمانے لگے، پتہ نہیں لوگ ہماری سگریٹ نوشی پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔  
 ان کی اس بات پر میرے کان کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔ لو  
 مولوی افتخار آج پھنس گئے۔ خدا خیر کرے، لیکن مہربانی یہ ہوئی کہ بات آگے نہ  
 بڑھی۔ میں نے اس کا تذکرہ اپنے والد صاحب سے کیا، تو انہوں نے فرمایا:-  
 بیٹا افتخار سنو! اور میری بات ذرا غور سے سنو! جب علماء کرام کی محفل  
 میں بیٹھو اور کوئی ایسی سوچ بھی نہ سوچو جس پر گرفت ہو سکے۔

## ڈنڈا پولیس اور خفیہ پولیس

والد صاحب نے مزید فرمایا، ہم علماء کرام اللہ تعالیٰ کی ڈنڈا پولیس ہیں  
 جہاں کسی نے زبان سے کوئی بات کہی ہم فوراً فتوے کا ڈنڈا لے کر اس کے  
 پیچھے پڑ جاتے ہیں، ہم اس کو نہیں چھوڑتے کہ یہ ہماری ڈیوٹی ہے لیکن  
 اللہ والے اللہ تعالیٰ کی خفیہ پولیس ہیں۔ یہ لوگ سب کچھ اپنی آنکھوں سے  
 دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔ یہ اپنی محفل میں بیٹھتے والوں کو یہ نہیں کہتے کہ یہ کرو، وہ  
 نہ کرو، ایسا کرو، ایسا نہ کرو، ہماری حرکت دیکھتے ہیں اور زبان پر نہیں لاتے بس  
 خاموشی سے دل کی کیفیتیں بدلتے ہیں، پھر بدلتے جاتے ہیں۔

پھر والد صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام  
 کا قصہ بطور دلیل سنایا کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی خفیہ پولیس کے  
 آدمی تھے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈنڈا پولیس، حضرت خضر اور حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام جس کشتی پر سوار ہوئے تھے وہ نئی اور خوبصورت کشتی تھی کشتی والوں نے



ان سے کراہ بھی نہیں لیا۔ لیکن حضرت خضر نے اس کو توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ خاموش نہ رہ سکے کہ یہ ان کی ڈیوٹی اور ان کا فرض تھا۔ دوسرے مقام پر حضرت خضر نے ایک بچے کو بے گناہ قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے اور فوراً اعتراض کر دیا اور ان کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کہ یہ ان کے فرائض میں شامل تھا اور وہ بظاہر اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی خفیہ پولیس جانتی ہے کہ اس کے پس منظر میں کیا حقیقت ہے۔ وہ خاموش رہتے ہیں اور دل ہی دل میں اصلاح بھی کرتے جاتے ہیں۔

والد صاحب کے اس ارشاد کے بعد میں نے ہمیشہ اپنے مرشد کامل کے حضور اپنے دل کے خدشات پر کنٹرول کیا۔

افتخار احمد چشتی فرماتے ہیں جب حضرت پیر و مرشد عارف رحمانی سخت علیل ہوئے تو میں نے عرض کیا لکھا کہ میں لاہور میں ہوں اور میرے حالات بھی ایسے نہیں کہ حاضری دے سکوں۔ آپ سے بہت دور ہوں۔ میری غیر حاضری کو محسوس نہ فرمائیں بلکہ میرے لیے دعا فرمائیں تو آپ نے خط کا جواب دے دیا کہ جانور کی سرین کے ساتھ ایک کپڑا چھڑھتا ہے جو ٹخنوں کے آس پاس ہوتا ہے لیکن دودھ ان کی قسمت میں نہیں ہوتا۔ دودھ لوگ لے جاتے ہیں جو ان سے بہت دور رہتے ہیں۔ اسی طرح کئی قریب رہ کر بھی ہم سے دور ہیں اور آپ دور رہ کر بھی ہم سے قریب تر ہیں۔ فکر نہ کریں۔

افتخار احمد صاحب کا ایک اور ایمان افروز واقعہ کا ذکر بے معنی نہ ہوگا ۱۹۸۵ء میں عمرہ تشریف کے لیے تشریف لے گئے اور ارادہ یہ کیا کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جالیوں کو بوسہ ضرور دینا ہے۔ جب بارگاہِ محبوب رب ذوالکرم والاحسان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں



حاضر ہوئے، تو یہ شُروں کی پرواہ کیے بغیر جالیوں سے لپٹ گئے شُروں نے ہٹانا چاہا۔ لیکن یہ نہ ہٹے پھر انہوں نے مارنا شروع کر دیا۔ یہ مار کھاتے رہے اور جالیوں سے لپٹے رہے۔ شُروں نے اُن کو اٹھایا اور گھسیٹتے ہوئے ایک الگ کمرے میں لے گئے اور مارنا شروع کر دیا۔ یہ مار کھاتے رہے۔ اتنے میں ایک پاکستانی جو مسجد نبوی شریف میں ملازمت کرتا تھا۔ اس نے دیکھا اور محسوس کر لیا کہ یہ تو اس پر بہت ظلم کریں گے۔ وہ آگے بڑھا اور جا کر کہنا شروع کر دیا۔ 'ہذا مجنون، ہذا مجنون، یعنی یہ تو پاگل ہے، پاگل ہے۔ یہ بات سُن کر شُروں نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب جب بھی یہ روضہ مبارک کے قریب آتے تو جالیوں سے لپٹ جلتے اور شُرے 'ہذا مجنون، ہذا مجنون' کہہ کر پیچھے ہٹ جلتے اور یہ دل بھر بوسے دیتے۔ میں سوچتا ہوں، واہ میکر آقا، اپنے غلام کا امتحان لے لیا، اور لوگوں کو بتا دیا کہ عاشق ایسے ہوتے ہیں اور جب دنیا نے سب کچھ دیکھ بھال لیا تو اس سخت ترین ماحول میں بھی وہ عاشق صادق جالیوں سے لپٹ جاتا ہے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب یہ تو افتخار صاحب جانیں، کون دل کی بات بتاتا ہے، کہ وہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹے اور اس مار کھانے، پھر ہذا مجنون، ہذا مجنون کے لقب سے کیا لطف لیتے تھے اور انہیں کیا مزا آتا تھا۔ ہم تو صرف یہ عرض کر سکتے ہیں۔

تیرے روضے نال لگ کے مزے کئے کو آوندے نے  
میں آواں جی اے کردا کدے دیوار نوں پچھن (ظفر چشتی)

**فیض کا چشمہ** افتخار احمد چشتی صاحب کی کہانی اتنی خوبصورت اور دلچسپ ہے کہ جی یہ کرتا ہے۔ پوری ایک کتاب ان پر لکھ دی جائے۔ ایک نشست میں فرما رہے تھے کہ کچھ عرصہ کے لیے لفظ



اللہ نظر آتا بند ہو گیا تھا لیکن آپ کی ماہانہ محافل میلاد میں شرکت سے یہ فیض پھر جاری ہو گیا ہے، بلکہ اس میں بہت خوبصورت اضافہ ہو گیا کہ اب جدھر دیکھوں، جہاں دیکھوں اللہ نظر آئے گا اور ہر وقت آتا ہے پھر اس میں جو چاہوں رنگ بھروں اور اتنے خوبصورت سے خوبصورت رنگ بھر جاتے ہیں کہ لطف آجاتا ہے اور پیروں اس سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں۔

افتخار احمد چشتی صاحب کا بایاں کان بچپن سے بند رہے جوانی کے عالم میں سیدھے ہاتھ والا کان بھی بوجہ بیماری بند ہو گیا اب یہ آلہ سماعت استعمال کرنے لگے اور ایک عرصہ دراز استعمال کرتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ لاہور مانسہرہ اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے گیا گاڑی باہر کھڑی کی، اندر گیا تو دیکھا، والدہ صاحبہ نماز پڑھ رہی تھیں جب وہ سجدے میں گئیں تو میں بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ قدموں کو بوسہ دیا اور پیچھے بیٹھ گیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئیں تو پوچھا۔ کون ہے میں نے عرض کیا، آپ کا افتخار۔ انہوں نے سینے سے لگایا، پیار کیا۔ آپ کی بینائی کمزور ہے جب سر کو بوسہ دینے لگیں تو ان کا ہاتھ کان میں لگے ہوئے آلہ سماعت کو لگا گیا۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کانوں کی سماعت بہت کمزور ہو گئی سنا نہیں جاتا۔ اس لیے یہ ایک آلہ ہے جس سے میں آسانی سے سن لیتا ہوں، تو فرماتی ہیں۔ اچھا اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ وہاں سے اٹھے، دوسرے کمرے میں آئے، جہاں سب اہل خانہ اور بچے وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں ٹیلی ویژن لگا ہوا تھا۔ ہم بھی بیٹھ گئے۔ اچانک ٹیلی ویژن کی آواز کان میں تیز تیز آنے لگی۔ میں آلہ سماعت کی رفتار کم کرنے لگا۔ پھر آواز تیز آ رہی تھی، میں نے اور کم کر دی، لیکن آواز کی رفتار وہی



میں نے آلہ سماعت کو بالکل بند کر دیا، لیکن آواز بند نہ ہوئی کہ والدہ صاحبہ کی دعا نے تیر بہدف کا کام کیا تھا۔ میں نے آلہ سماعت کان سے نکالا اور پھینک دیا اور آج تک اس کو اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور اب بغیر آلہ سماعت کے سنتا ہوں۔

میں سوچتا ہوں یہ فیض کا چشمہ تو ہر گھر میں موجود ہے۔ ہمارے کان کیوں نہیں کھلتے بات صرف آتی ہے کہ اگرچہ ہمارے کان بند ہو چکے، بلکہ ہماری آنکھیں ہماری سوچ اور فکر، عشق و محبت اور عقیدت و احترام کے سوتے بھی بند ہو چکے ہیں۔ اس لیے فیض کے چشمے گھر میں موجود ہونے کے باوجود ان سے فیض نہیں لے سکتے۔ ساری کائنات کو فیض دیتے والے نبی محترم آقا دو عالم فداہ اُمّی و ابی الفأ الفأ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس فیض کے چشمے کے بارے میں فرما دیا ہوا ہے کہ "الجنة تحت اقدام الامہات" کہ جنت ماں کے قدموں میں ہے اور جنت کہتے ہی اس کو ہیں جس میں ہر چیز مل سکتی ہے۔ جس چیز کی خواہش کرو، وہی چیز اسی وقت حاضر ہو۔ لیکن محترم افتخار حشمتی صاحب عیسیٰ پہلے عقیدت و محبت اور احترام تو دل میں پیدا کر لیں۔ پھر اس فیض کے چشمے جو جی چاہے لے لیں، کان بھی کھلیں گے، آنکھیں بھی کھلیں گی، اور دل کے خوابیدہ سوتے بھی جاگ اٹھیں گے۔

ان شاء اللہ



## لقوہ اور فالج

فیض کا چشمہ آستانہ عالیہ حضرت بابا پیر صحابہ رحمۃ اللہ علیہ، موضع پتالیان  
ڈاک خانہ بلکسر، تلہ گنگ روڈ، چکوال۔  
داوی: محترمانہ خاں صاحب آف کلیال، تحصیل جنک، ضلع اٹک۔  
موصوف کے متعلق ایک بزرگ قاری منظور الہی صاحب نے بتایا:  
کہ ان کے بچے کو لقوہ کی تکلیف تھی اور اُسے ایک دربار شریف سے آرا آیا،  
تھا۔ اس اطلاع پر راقم الحروف نے موصوف کو ایک خط لکھا تھا۔ موصوف  
نے اس خط کے جواب میں جو کچھ لکھا، وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ یہ خط ۳ جولائی  
۱۹۸۹ء کو مجھے ملا۔

”مکرمی جناب عبدالحق صاحب، عید مبارک  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کا خط ملا۔ آپ نے جس سلسلہ میں یاد فرمایا  
سے بہت مہربانی، جواب میں کچھ دن تاخیر ہو گئی۔ معذرت خواہ ہوں۔ قاری  
منظور الہی صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہو تو سلام عرض کریں۔ میں اس  
قابل تو نہیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے بارے میں کچھ لکھ سکوں  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا کچھ دیا ہوتا ہے کہ ان کا عقل انسانی ادراک نہیں  
کر سکتی، کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔ آپ کے مطلوبہ سوالات میرے لٹکے  
اور چکوال میں کسی بزرگ سے متعلق ہے۔ میرا لٹکے کا جس کا  
نام خدایا رہے۔ اس کو لقوہ کی شکایت ہوئی تھی۔ اب اس کی عمر  
تقریباً چودہ سال ہے اور آٹھویں جماعت کا طالب علم ہے جب  
وہ بیمار ہوا۔ اس وقت اس کی عمر قریباً ۱۱-۱۲ سال ہوگی۔ سردیاں شروع ہو



چکی تھیں۔ بچہ کمرے میں سویا ہوا تھا۔ صبح خود بخود نیند سے بیدار ہوا۔ حالانکہ پہلے اُسے جگایا جاتا تھا اور کچھ پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس کی والدہ نے جب بچے کو پریشان دیکھا تو بلا یا، کم بول رہا تھا۔ غور سے دیکھا تو بائیں آنکھ کو بھی دیا ہوا پایا اور منہ بھی تھوڑا سا پھرا ہوا پایا۔ مجھے بتایا گیا میں نے بھی یہی حالات دیکھے۔ دودھ گرم کر کے پلایا۔ لیکن وہ پی نہ سکا۔ دودھ منہ میں سے باہر نکل جاتا تھا۔ دو چار گھنٹے کے بعد چہرے کا کھچاؤ اور بڑھ گیا اور آنکھ دوسری آنکھ کے مقابل نصف نظر آنے لگی۔ اسی روز میرے ایک دوست نے بہت اچھا بندوبست کیا، ماراؤ لپنڈی میں ایک ڈاکٹر صاحب کو دکھایا، میں بھی ساتھ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مشین کے ذریعے تقریباً تمام جوڑچیک کٹے۔ نسخہ تجویز کیا جو دس روز کا تھا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کو اسی روز شام کو ایک پرواز سے لندن روانہ ہونا تھا۔ میرے دوست نے پوچھا۔ اگر آرام نہ آئے تو کیا کریں، تو انہوں نے لندن کا فون نمبر دے دیا کہ مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ آٹھ روز بعد ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ فون حالات سے آگاہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے اندازے کے مطابق ٹھیک ہے۔ ضرورت محسوس کریں تو نصف کورس مزید کر لیں۔

دوا اگرچہ استعمال کی۔ لیکن میرا یقین کامل تھا اور بے کہم اسی بزرگ مزار پر حاضر ہوئے اور اس دوران تین دفعہ حاضری دی۔ اسی سے آرام آیا ہے۔ لقوہ کے مریض وہاں تین دفعہ حاضری دیتے ہیں جس پر مریض کامل شفا یاب ہو جاتا ہے۔ اس دربارِ عالیہ کی تفصیل میری معلومات کے مطابق درج ذیل ہیں۔

چکوال سے تلہ گنگ روڈ پر ایک مقام "بلکسر" ہے یہاں کسی زمانے



میں تیل کی تلاش بھی ہوئی۔ وہاں سے ایک سڑک نکلتی ہے جو پتالیاں“  
 دربار کو جاتی ہے۔ پتالیاں گاؤں کے قریب قبرستان میں ایک مزار ہے وہ  
 مزار حضرت بابا پیر صحابہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کسی بہت  
 ہی قدیم جوان کی قبر ہے۔ جس کی لمبائی ۲۵۔۳۰ فٹ کے قریب ہے پاؤں  
 کی طرف ایک چھوٹی ٹیسی ڈیوڑھی ہے۔ سر کی طرف سے قبر کھلی ہے چار دیواری  
 ۴۔۳ فٹ بلند ہے۔ شنید ہے کہ علاقہ کے لوگوں نے کئی بار مزار تباہ کرنے  
 کی کوشش ہے۔ لیکن بزرگوں نے خواب میں منع کر دیا۔ دربار محکمہ اوقاف  
 کی تحویل میں ہے۔ صدر محمد ایوب خاں مرحوم بھی اپنے دور اقتدار میں اس دربار  
 پر حاضری دے چکے ہیں۔

میں جب پہلی بار اپنے چچے کو وہاں لے کر گیا تو واپسی پر ایک حاضر فرس  
 فوجی ملازم میرے پاس آیا۔ اس کا نام یاد نہیں۔ تلہ گنگ سے چکوال روڈ پر  
 دھرابی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ وہ اپنی والدہ کو لے کر دربار پر آیا ہوا تھا  
 وگین میں خالی جگہ دیکھ کر اس نے ساتھ چلنے کو کہا تو میں نے اسے اپنی  
 وگین میں بٹھا لیا۔ راستے میں اس نے بتایا کہ میں فوج میں ملازم ہوں اور  
 میری والدہ صاحبہ کو ایک سال ہو گیا ہے۔ فالج کا حملہ ہوا۔ مجھے خیر ملی تو میں  
 چھٹی لے کر آیا، اور والدہ صاحبہ کو فوجی ہسپتال میں داخل کر دیا۔ ایک عرصہ  
 علاج جاری رہا، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ والدہ صاحبہ بالکل مفلوج تھیں بھلا  
 ہو۔ میری بیوی کا جس نے میرا ساتھ دیا اور والدہ صاحبہ کی خدمت میں کوئی  
 کسر اٹھانہ رکھی اور بالکل اپنی ماں کی طرح خدمت کی۔ اب دو ماہ کی نخصت  
 پر گھر آیا ہوں تو اپنی والدہ صاحبہ کو یہاں دربار حضرت بابا پیر صحابہ رحمۃ اللہ علیہ  
 پر لے کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب والدہ صاحبہ میں اتنی



ہمت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ دیوار کا سہارا لے کر رفع حاجت وغیرہ کے لیے خود جاسکتی ہیں اور اپنا آزار بند بھی خود ہی باندھ لیتی ہیں۔  
اس طرح دربار پر بہت سے لوگ بہت سی بیماریوں سے شفا کیلئے آتے ہیں اور اپنی بیماریوں سے شفا پاتے ہیں۔

## فانج اور پولیو

فیض کا چشمہ :- آستانہ حضرت میراں شیر محمد شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ شہر قنور شریف ضلع شیخوپورہ  
راوی :- عبدالستار صاحب بیچکی۔ نرکانہ روڈ۔ ضلع شیخوپورہ  
میرے محسن جناب محمد بوٹا اثر انصاری صاحب مقیم فیض پور خورد شہر قنور  
شریف روڈ ضلع شیخوپورہ کے حوالے سے محترم محمد انور قمر صاحب کے شناسائی  
ہوئی۔ علامہ موصوف ایک کہنہ مشفق شاعر اور منجھے ہوئے ادیب ہیں۔ ۱۹ جولائی  
۱۹۸۹ء کو ان سے ملنے شہر قنور شریف قمر منزل بیرون تیار دروازہ گیا۔ علامہ  
نصرت نوشا ہی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ جناب محترم میاں جمیل احمد  
صاحب سجادہ نشین شہر قنور شریف کے صاحبزادے میاں سعید صاحب سے  
بھی شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔ ان کی خدمت میں اپنی کتاب "جسمانی امراض  
کے روحانی شفا خانے" پیش کی، تو انہوں نے ایک بہت ہی عجیب و غریب  
انکشاف فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے  
آستانے سے ایک ایچ کو آرام آیا ہے۔ راقم الحروف بہت حیران ہوا۔  
میرے پوچھنے پر فرمایا کہ اس شخص کا نام عبدالستار ہے اور موضع پتلا نزد  
سید والا میں مقیم ہے۔ یہ گاؤں جبرہ انوالہ سید والا روڈ پر واقع ہے ان کے



بتائے ہوئے پتہ پر بندہ نے خط لکھا۔ محترم عبدالستار صاحب کو میں نے لکھا کہ اگر یہ واقعہ درست ہے تو اس کی پوری تفصیل لکھ بھیجیں اور ساتھ ہی اپنی تصویر بھی بھیجیں، تاکہ بعد میں پہچاننے میں آسانی ہو۔ عبدالستار صاحب اپنی مذکورہ رہائش گاہ کو چھوڑ کر پچھلی تنکاتہ روڈ جا چکے تھے۔ انہیں کسی طرح خط مل گیا اور وہ ۸ اگست ۱۹۸۹ء بروز منگل خود میرے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔

میرے استفسار پر فرمایا۔ چشتی صاحب یہ واقعہ آج سے دس سال قبل کا ہے میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی کہ مجھ پر پولیو کا حملہ ہوا۔ یہ حملہ معیاد کی بخار کے دوران ہوا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ میرا نیچے والا دھڑ بالکل ہی بے جان ہو گیا۔ مجھے چٹھہ ہسپتال جبرٹوالہ میں داخل کرایا گیا۔

چٹھہ ہسپتال جبرٹوالہ میں بہت علاج ہوا۔ لیکن کوئی آفاقہ نہ ہوا۔ پھر ایک اور ہسپتال لے گئے، وہاں سے بھی مایوس لوٹے۔ ہمارے گاؤں کے ایک مولانا صاحب تھے۔ ان کے بیٹے بھی ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے معائنے کے دوران میرے ٹخنوں کے پاس نشتر مارا اور کاٹ کر دیکھا۔ لیکن خون یا کسی اور قسم کا کوئی مادہ وہاں سے نہ نکلا۔ پھر گھٹنے کے پیچھے نشتر سے رگیں کاٹ کر دیکھا۔ وہاں بھی زندگی کے آثار نظر نہ آئے۔ پھر انہوں نے میری ران پر لمبا چیر دیا۔ جب وہ یہاں سے بھی زندگی کی تلاش میں ناکام ہوئے تو میرے والد کو علیحدہ لے جا کر کہنے لگے، بچے میں اب زندگی کے آثار نظر نہیں آتے بلکہ اب اس کا زندہ رہنا بھی ممکن نظر نہیں آتا۔

میرے ابا حضور مایوس نہ ہوئے، جبرٹوالہ کے ایک اور معروف ڈاکٹر محترم ڈاکٹر محمد علی صاحب کے پاس لے گئے، انہوں نے کہا۔ میں ہر روز



کم از کم پندرہ بیس انجکشن دوں گا اور پندرہ روز بعد بتا سکوں گا کہ اس کی پوزیشن کیا ہوگی۔ ان جملہ طفل تسلیوں کے باوجود میرے سر پر مایوسیوں کا ہجوم تھا۔ چونکہ میری حالت کافی حد تک خراب ہو چکی تھی۔

محترم ڈاکٹر محمد علی صاحب کے کلینک میں ابھی چار یا پانچ روز ہوئے تھے کہ دل میں ایک خیال نے چٹکی لی کہ اب زندگی کی کوئی امید نظر نہیں آتی، نہ جانے کس وقت پروانہ اجل آجائے۔ اس لیے اگر ممکن ہو تو میرے سے پہلے مرشد برحق کی بارگاہ میں شرفیور شریف حاضری دے لی جائے۔

یہ خیال آتے ہی میرے قلب و ذہن پر مرشد کامل چھا گئے میں نے اپنے حقیقی بھائی اور چھوٹے بھائی زاد بھائی جو میری عیادت کو میرے پاس رہتے تھے۔ ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے میری حالت کے پیش نظر طال مسؤل سے کام لیا۔ جب صبح ڈاکٹر صاحب تشریف لائے تو میں نے ان سے اپنی چاہت کا اظہار کیا۔ انہوں نے ٹیکوں کی ٹرے ایک طرف رکھ دی اور میرے بھائیوں سے کہا۔ اسے شرفیور شریف لے چلو۔ اور نوکر بھیج کر تانگہ منگوا دیا، اور بھائیوں سے کہنا تاخیر نہ کرو شاید وہ بھی اسے میری زندگی کی آخری خواہش و حسرت سمجھتے تھے۔ میرے دونوں بھائیوں نے میری زندہ لاش کا بوجھ اٹھا لیا اور بذریعہ بس شرفیور شریف لے آئے۔ بس کے تکلیف دہ سفر نے میری جان لے لی۔ شرفیور شریف آکر بس سے نیچے اترے تو بے ہوش ہو گیا۔ انہوں نے پانی وغیرہ کے چھینٹے دیئے۔ کافی دیر بعد مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا میرے بھائی رورہے تھے۔ شاید وہ مجھے چند لمحوں کا ہمان سمجھتے تھے۔ اتنے میں تین یا چار سفید لمبی لمبی دائرہ صیوں والے بزرگ آئے۔ انہوں نے میری حالت زار دیکھ کر صورت حال معلوم کی۔ تو بھائیوں کے



بتانے پر انہوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا۔ بے وقوفو! جن میاں صاحب کے پاس حاضری دینے کے لیے تم آئے ہو وہ میاں شیر محمد صاحب نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو امنوں مٹی کے نیچے دفن ہو چکے ہیں۔ اب تو شاید ان کا نام و نشان بھی مرٹ چکا ہوگا۔ وہاں سے تمہیں کیا ملے گا۔ جاؤ اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور اس کی میت خراب نہ کرو۔

میرے منہ پر پانی کے چھینٹے وغیرہ پڑنے سے مجھے کچھ ہوش آچکا تھا۔ میں نے کہا۔ بابا میں یہاں شفا لینے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو اپنی زندگی کی آخری حسرت دیدار آستانہ پر کرنے آیا ہوں اور بھائیوں سے کہا اب جبکہ منزل دوگام رہ گئی ہے تو مجھے محروم نہ کرو، بلکہ مجھے آستانہ پر لے جاؤ؛ یا یوس نہ کرو۔ وہ بلبے تو چلے گئے اور میرے بھائیوں نے مجھے اٹھالیا اور دربار حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر مغرب کی جانب لٹا دیا۔ پونے دو ماہ عیند سے محروم بیمار نے جب اپنے آقا کی آغوش میں سر رکھا۔ تو نیند کی دیوی نے مجھے اپنی بانہوں میں لے لیا۔ نو بجے تھے۔ تین بجے بعد از دوپہر تک سویا رہا۔ نو خیزی کی عمر بیماری کی حالت، ٹانگیں بے جان دیکھ کر لوگ میرے حال پر ترس کھاتے اور میرے لیے دعا کر کے چلے جاتے۔ تین بجے بعد از دوپہر جب بیدار ہوا۔ تو بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ اب راستے میں رات ہو جائے گی۔ اس لیے رات یہیں بسر کرتے ہیں اور صبح واپس چلیں گے۔ شام ہوئی۔ ہم تینوں بھائی برآمدے میں لیٹ گئے۔ میرا ایک بھائی ایک طرف، دوسرا دوسری طرف اور مجھے انہوں نے اپنے درمیان میں لٹایا۔ رات کافی بھیک چکی تھی۔ میں جاگتی آنکھوں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بزرگ سفید ریش، سفید عمامہ والے میرے سرہانے کھڑے ہیں اور ایک



صف اٹھائے ہوئے ہیں جو وہ مجھ پر پھینکنا چاہتے ہیں۔ میں اپنی اپا، مہجی اور تکلیف کی وجہ سے مدافعت نہ کر سکا۔ میں خوف سے کانپنے لگا کہ اب موت آئی کہ آئی۔ اگر باباجی نے مجھ پر صف گرا دی تو زندگی کا چراغ آج خود بخود بجھ جائے گا اور میرا زندہ رہنا محال ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں جاگ رہا تھا اور یہ چشم سمر کے ساتھ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے خوف زدہ ہو کر اپنے بھائیوں کو دونوں ہاتھ مار کر جگایا اور شور مچا دیا کہ مجھے بچاؤ۔ لیکن بھائیوں کے اٹھتے اٹھتے باباجی نے صف میرے اوپر پھینک دی اور غائب ہو گئے۔

باباجی نے صف پھینکی تو میرے جسم کے وہ حصے جہاں جہاں ڈاکٹر صاحب نے نشتر لگائے ہوئے تھے وہاں وہاں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ اگرچہ میرے جسم سے خون بہ رہا تھا، لیکن ہمارے لیے یہ خون پیغامِ حیات تھا۔ میرے بھائیوں نے جلدی جلدی مٹی اٹھانی زخموں پر لگائی، صاف سے پٹیاں باندھیں تاکہ خون بہنا بند ہو اور دربار شریف کا فرش خون آلود نہ ہو۔ میری اس سادہ سی بیٹی سے فارغ ہو کر بھائیوں نے فرش دھویا۔ باباجی کو تلاش کیا۔ لیکن بے سود۔ وہ بزرگ تشریف لے چکے تھے۔ صبح ہوتے ہوتے میری مردہ ٹانگوں میں جان آچکی تھی۔ صبح جمعہ المبارک تھا اور نماز جمعہ تک مجھے دیکھنے والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ آخر مجھے اٹھا کر جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لے جایا گیا اور دیوار کا سہارا دے کر مجھے کھڑا کیا گیا۔ وہ میاں صاحب کی دیوار کا سہارا تو میرے لیے زندگی بھر کا سہارا بن گیا اور میں اب تک اس سہارے کے ساتھ صحت و تندرستی کی دولت سمیٹے چل پھر رہا ہوں جب گاؤں پہنچا



تو والدین، اربابِ محبت اور لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔  
 چھٹھ ہسپتال والے دونوں ڈاکٹر آپس میں بھائی تھے اور  
 وہاں ہی کی چھاپ اُن پر بڑی طرح لگی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے میرے  
 ماموں جان نے میرا ذکر کیا تو ڈاکٹر صاحب بولے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر  
 وہ لڑکا ٹھیک ہو گیا ہو تو نہ صرف زندگی بھر کیلئے کام چھوڑ دوں گا بلکہ ایک  
 ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

جب میرے ماموں مجھے اس ڈاکٹر صاحب کے پاس لے کر گئے تو وہ  
 کم بخت مجھے دیکھتے ہی جلدی سے میرا تہ بند پکڑ کر اوپر تک لے گیا اور مجھے  
 برہنہ کر دیا۔ دراصل وہ گھٹنے ٹخنے اور ران کے اس لمبے پھاڑ کو دیکھنا چاہتا تھا  
 اور وہ یقین کرنا چاہتا تھا کہ یہ وہی لڑکا ہے جسے ہم اپنی دانست کے  
 مطابق موت کے گھاٹ اتار چکے تھے یا پھر کم از کم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے  
 اپنا بیج قرار دے چکے تھے لیکن وہ مجھے دیکھ کر حشمتِ حیرت بن چکا تھا۔ اُسے اپنی  
 آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں وہی عبدالستار پولیو زدہ ہوں جو اس  
 کے زیرِ علاج رہا ہے۔ لیکن حقیقت اگرچہ تلخ ہو پھر بھی یقین کئے بغیر چارہ  
 نہیں ہوتا۔ اس لیے اُسے بھی یقین کرنا پڑا اور اس نے ہزار روپیہ دیا جو ہم نے  
 لینے سے انکار کر دیا۔

اب دنیا کہتی ہے کہ یہ سب میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا  
 فیضان ہے۔ میں جس گلی، کوچہ یا بازار میں جاتا ہوں۔ لوگ مجھے محبت اور احترام  
 سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں یہ وہ شخص ہے جس کو میاں صاحب نے پچاس  
 سال فوت ہونے کے بعد بذاتِ خود اپنے فیض سے مالا مال کر دیا ہے اور  
 میاں صاحب نے اُن تین نام تہاد بزرگوں کو بڑھوں کو چیلنج کیا ہے کہ عقل



کے اندھو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دے دیتے ہیں وہ مرے نہیں۔  
وہ مر کر مٹی میں نہیں مل جاتے، بلکہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی زندہ رہتے  
ہیں اور ان کے فیوض و برکات بعینہ نہیں بلکہ پہلے سے زیادہ عام ہو جاتے ہیں۔  
راقم الحروف کی والدہ ماجدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ حضرت میاں صاحب  
کے دربار کے قریب مسجد کے ساتھ جو چھوٹا سا کنواں ہے اس کے متعلق  
مشہور تھا کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کنویں میں  
کچھ تعویذات رکھ دیے تھے۔ اب اگر کوئی وہاں بیمار جائے اور بیماری سے  
نجات کی نیت سے پانی پیئے تو اس بیماری سے نجات مل جاتی ہے۔  
والدہ محترمہ فرماتی تھیں کہ میں راقم السطور جب والدہ صاحبہ کی گود  
میں تھا تو اس وقت میرے جسم پر بہت سے دلے نکل آئے۔ بہت  
علاج کرایا، آرام نہ ہوا، آخر مجھے کسی نے مشورہ دیا کہ بچے کو میاں صاحب  
کے دربار کے کنویں سے نہلا لاؤ، ٹھیک ہو جائے گا۔ میں وہاں گئے لے گئی  
وضو کیا۔ تجھے غسل دیا، نماز پڑھی اور دعائیں مانگی، گھر آگئی۔ صبح جب میں بیدار  
ہوئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ تیرے جسم پر دانوں کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔



## لقوہ

### راوی کا تعارف

علامہ مولانا غلام حسین کلیا لوی

(خطیب جامع مسجد حنفیہ فاروقیہ، گلستان کالونی۔ مصطفیٰ آباد۔ لاہور)  
 جسمانی قد اگر چھوٹا بھی ہو تو کیا ہوتا ہے۔ عرشِ حق پر پرچم اعزاز لہرانے  
 والے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سہارے جو شخص پوے  
 قد سے کھڑا ہو، اُسے چھوٹا کہنا ہی حماقت ہے۔ حضرت مولانا غلام حسین  
 کلیا لوی صاحب مصطفیٰ آباد لاہور میں ایک عرصہ سے خطابت کے فرائض ادا  
 کر رہے ہیں خصوصاً تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب  
 نبوت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے والوں کے اذنی دشمن ہیں۔  
 حضرت علامہ موصوف ۶ جون ۱۹۸۹ء کو غریب خانہ پر رونق افروز  
 ہوئے۔ ابتدائی تعارف تھا۔ اسی تعارف میں آپ نے درج ذیل فیض  
 کے چشمے کی نشاندہی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جزائے ستیر عطا فرمائے۔ آمین۔

### فیض کا چشمہ

مولانا غلام حسین کلیا لوی صاحب نے فرمایا کہ وادی سون تحصیل و  
 ضلع خوشاب میں ہمارا گاؤں ہے۔ اُسے "کلیال" کہتے ہیں۔ اسی گاؤں  
 سے تھوڑی دُور آگے ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ لوگ پیدل



یا کسی چوپائے کے ذریعے اس پر جا سکتے ہیں۔ کوئی بس یا  
 وگن وہاں نہیں جاتی۔ اس علاقہ میں ایک اللہ والے بزرگ المعروف  
 حیات المیر رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں اپنے رب  
 کی عبادت میں مصروف رہے۔ جہاں جہاں آپ نے کچھ دیر قیام فرمایا :  
 وہیں سے کسی نہ کسی مرض کی شفا ملتی ہے۔ حالانکہ ان مقامات میں سے کسی  
 بھی مقام پر کوئی مزار یا قبر وغیرہ نہیں ہے اور کوئی خاص نشانی بھی موجود  
 نہیں، چونکہ وہ جگہ حضرت حیات المیر کی بیٹھک سے موسوم ہو گئی۔ اس نسبت  
 سے اللہ تعالیٰ اس جگہ سے اپنی مخلوق کو کسی نہ کسی مرض سے شفا کی دولت  
 بانٹ رہا ہے۔

ہمارے گاؤں کے قریب جس پہاڑی پر آپ کی بیٹھک ہے۔ اس  
 پر لقوہ کے مریض جاتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اور وہاں اللہ تعالیٰ  
 کے نام پر جنگل و بیابان میں کوئی زندہ جانور چھوڑ دیتے ہیں اور لقوہ کے  
 مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

شہید ہے کہ وہ بزرگ زندہ ہیں اور کئی لوگ ان کی زیارت کا شرف حاصل  
 کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے حیات المیر کے نام و لقب سے معروف ہیں۔

واللہ اعلم



# پیشاب کی بندش، حلین اور گردہ کی تکلیف

فیض کا چشمہ  
پیرداکھارا، لائٹاؤن۔  
ضلع جہلم

تعارف :- محمد شمساد عالم، مکان ۱۲۹ / E میں گلی ۱۳ حسین آباد  
لاہور چھاؤنی۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء  
انسٹریو :- دیکھے مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو۔

مجھے ۱۹۸۴ء میں اچانک گردے کی تکلیف کا دورہ پڑا۔ اس کے  
ساتھ ہی پیشاب کی تکلیف بھی شدت اختیار کر گئی۔ یہ دونوں تکالیف  
میرے لیے ناقابل برداشت تھیں۔ ان میں جوں جوں شدت آتی گئی، میں  
زندگی سے ہزار ہوتا گیا۔ سچ پوچھے میں زندگی پہ موت کو ترجیح دینے لگا۔  
کیونکہ یہ دونوں تکلیفیں اتنی مہلک اور جان لیوا تھیں کہ میں کیا کوئی بڑا  
جی گردے والا بھی ہوتا تو اس کا بھی یہی حال ہوتا۔ میں ان تکالیف کی وجہ سے  
اپنا ذہنی توازن بھی کھو بیٹھا۔ دردِ گردہ مجھے ہر روز ہوتی اور ہر روز پیشاب  
بند ہو جاتا جس کی وجہ سے چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ لیٹنے پر تکلیف  
رہتی۔ پیشاب کی وجہ سے گردے پر بوجھ بڑھ جاتا۔ یوں محسوس ہوتا جیسے  
کسی نے پیشاب کی نالی سے گردے تک آگ کے انکارے پھر  
دیئے ہوں۔ ایسی حالت میں موت کی تمنا کرتا، لیکن اگر کسی کی تمنا پر موت آتی  
تو شاید میں کبھی کا دفن ہو چکا ہوتا۔ ہسپتالوں کی ادویات کھا کھا کر تنگ



آچکا تھا اور بے پناہ قرض کا بوجھ ماں باپ پر چڑھنے لگا۔ جس کی وجہ سے اہل خانہ بھی پریشانی کا شکار ہونے لگے۔

ان حالات میں میں کراچی چلا گیا اور وہاں جی پی او میں نوکری کر لی۔ جو تنخواہ مجھے ملتی، وہ ادویات پر صرف ہو جاتی اور وہاں بھی آہستہ آہستہ قرض بڑھنے لگا۔ اس کے باوجود آرام نہ آنا تھا نہ آیا۔ تعلیم تو پہلے ہی چھوٹ چکی تھی، اب نوکری بھی گئی۔ میرا جسم ہڈیوں کا ڈھا پتھر بن گیا۔ رشتہ دار دیکھتے تو مذاق اڑاتے اور کہتے، یوں لگتا ہے، جیسے قبرستان سے کوئی مردہ اٹھ کے آ گیا ہو۔ اسی طرح اپنوں اور بیگانوں کے طعنوں کے تیر بھی سہنے پڑتے مگر میں خدا کی مشیت و رضا پر خاموش رہتا۔

## علاج گاہیں اور معالجن کی رائے

مرض کی ابتداء میں زیادہ تر علاج سی ایم ایچ سے کرایا۔ تقریباً دو سال کے اس علاج سے کوئی افادہ نہ ہوا۔ اس ہسپتال کے ڈاکٹر سعید عارف بخاری جو امریکہ سے تعلیم حاصل کر کے آئے ہوئے ہیں۔ ان سے بھی علیحدہ ایک سال تک علاج کرایا۔ لیکن آرام نہ ہوا، اس کے بعد کراچی چلا گیا اور سندھ گورنمنٹ ہسپتال میں چند یوم داخل رہا۔ وہاں کے سرجن صاحب نے یہ کہہ کر سول ہسپتال ریفر کر دیا کہ یہ مرض ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ سول ہسپتال کراچی کے دو مشہور ڈاکٹر سر جن پروفیسر ذکی الدین صاحب اور مایہ ناز ڈاکٹر ادیب الحسن رضوی صاحب نے میرا علاج کیا۔ وہ لوہے کی سلاخیں اور نالیاں ڈالتے رہے۔ نوراکسین گویا درد کے لیے دیتے رہے۔ مجھے یہاں وقتی طور پر یہ فائدہ ہوا کہ جب تک



دوائی کھاتا رہتا، آرام رہتا۔ ادھر دوائی ختم ہوئی، ادھر تکلیف شروع ہو گئی  
 آخر کار انہوں نے بھی یہ کہہ دیا کہ اس مرض کا کوئی مستقل علاج نہیں۔ یہ  
 کہہ کر چند روز بعد ہسپتال سے فارغ کر دیا اور کہا، دوائیں استعمال کرتے  
 رہو اور چند روز کے بعد باقاعدگی کے ساتھ چیک کروانے رہو۔

یہاں سے مایوس ہو کر میں نے عباسی ہسپتال کراچی سے رجوع کیا۔  
 وہاں کے سرجن ڈاکٹر ایچ آر سعید صاحب نے بھی یہی جواب دیا۔ اس  
 کے بعد میں کراچی کے ایک مشہور امریکی ہسپتال سیونٹھ ڈے میں داخل ہوا  
 اور وہاں کے ڈاکٹر کمبیاٹا جو پارسی تھے، نے میرا علاج کیا اور ساتھ ہی  
 یہ بھی کہہ دیا کہ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مرض کتنے سالوں  
 میں ٹھیک ہوگا۔ کیونکہ اس مرض کا کوئی مستقل علاج نہیں چونکہ یہ ہسپتال  
 بہت ہی ہنگام تھا۔ اس کی وجہ سے کئی ہزار روپے کا مقروض ہو گیا۔ مگر  
 مرض قرض کی طرح بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی۔

اس ہسپتال سے مایوسی کے بعد میں کراچی ہی میں جناح ہسپتال  
 میں داخل ہوا۔ اس کے سرجن جناب مسعود اے شیخ تھے۔ انہوں نے بھی  
 علاج کیا۔ لیکن ابھی آرام نصیب میں نہ تھا، نہ ہوا مسلسل علالت کی وجہ  
 سے نوکری جاری نہ رکھ سکا اور یہ چھوٹی ٹوٹی نوکری بھی اس بیماری کی پھینٹ  
 چڑھ گئی۔ چھ سال اسی تکلیف میں بیت گئے۔ آخر کار پھر لاہور واپس آ گیا۔  
 دو ماہ پیشتر پاکستان نیشنل کالج گلستان کالونی مصطفیٰ آباد، لاہور ۱۵ میں  
 میٹرک کی تعلیم مکمل کرنے کے لیے داخل ہوا۔ چند دنوں کے بعد تکلیف  
 نے پھر تڑپانا شروع کر دیا اور تکلیف پھر اسی شدت کے ساتھ اٹھی اور  
 میں پھر اتفاق ہسپتال ماڈل ٹاؤن لاہور میں داخل ہو گیا۔ تقریباً پندرہ



یوم کے بعد جب پھر کالج آیا اور کچھ طبیعت بحال ہوئی، اساتذہ کرام اور دوستوں نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں اپنی درد بھری داستان سنادی۔

میرے ایک ہم جماعت نوجوان محمد عرفان چشتی جو میرے ساتھ اسی کالج میں پڑھتے ہیں جب انہوں نے میری دکھ بھری کہانی سنی تو مجھے بتایا کہ میرے والد صاحب ایک ایسے مزار کے متعلق جانتے ہیں۔ اگر انسان گھر میں بیٹھے ہی وہاں جانے کا ارادہ کر کے اڑھائی تین قدم چل کر عزم کر لے اور یہ نیت کر لے کہ اے پروردگار اگر تو مجھے آرام عطا فرما دے تو میں تیرے اس نیک بندے حضرت پیر کرم شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کروں گا۔ تو مرض پیٹ کے جملہ امراض سے شفا یاب ہو جاتا ہے۔ پہلے دن تو میں نے عرفان صاحب کی بات پر توجہ نہ دی کہ میں اس سے پہلے بھی دو اداروں کے ساتھ ساتھ کئی ایک مزارات اور آستانوں پر حاضری دے چکا تھا۔ لیکن چند روز بعد پھر جب اس نے تذکرہ چھپڑا تو میں نے عرفان صاحب سے پوچھا کہ آپ کے والد صاحب کیا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید ہائی سکول لاہور چھاؤنی میں پڑھاتے ہیں۔ میں نے کہا میں نے بھی ابتدائی تعلیم وہیں سے حاصل کی ہے۔ ان کا نام کیا ہے تو بولے اُن نام عبدالحق ظفر چشتی ہے۔ اس نام پر میں چونک پڑا۔ چشتی صاحب کا چہرہ میرے استاد کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ وہ ایک وہ ایک شفیق، مہربان اور بہت ہی محبت کرنے والے استاد ہیں۔ اب میری کچھ عقیدت بھی شامل ہو گئی اور میں نے عرفان سے، خواست کی کہ وہ مجھے اپنے والد صاحب سے ملاں



اور یہ بھی پوچھا کہ آپ کے ایک بھائی حافظ محمد عامر میرے ساتھ پڑھتے تھے۔ وہ کہاں ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہی میرے بڑے بھائی اس تحقیق کرنے کا باعث بنے ہیں اور اس موضوع پر والد صاحب نے ایک بہت عمدہ کتاب "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" لکھی ہے۔

## مرض میں کمی اور راحت و سکون

کالج سے چھٹی کے بعد میں نے چشتی صاحب سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ محمد عرفان صاحب مجھے گھر لے گئے، گھر میں میرے دیرینہ شفیع و مہربان استاد چشتی صاحب موجود تھے، ملاقات ہوئی طبیعت خوش ہو گئی انہوں نے حسب معمول خاطر مدارات فرمائی، جو وہ اکثر اپنے ہر ملنے والے کے لیے کرتے ہیں، اس کے بعد میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو آپ نے مجھے "پیرداکھارا" سے منگوائے ہوئے پانی میں سے ایک گلاس پانی پلایا اور کہا شفا من جانب اللہ ہے، آپ پانی پیئیں اور وہاں جانے کا ارادہ و نیت کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی کتاب "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" بھی عطا فرمائی۔ پانی کا گلاس پیتے ہی مجھے عجیب سی راحت اور سکون محسوس ہوا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے "پیرداکھارا" جانے کی نیت کر لی، اور دعا بھی مانگ لی۔ اس کے بعد میں نے استاد محترم کے گھر سے مختلف اوقات میں چار مرتبہ پانی پیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے آپ کو پچاس فی صد بہتر محسوس کرتا ہوں۔ ان دنوں ڈاکٹروں کی ہر قسم کی دوا بھی بند کر رکھی ہے۔ معاشی حالت بہتر نہ ہونے کی وجہ سے ابھی "پیرداکھارا" جانے کی نیت



نہیں جوں ہی اللہ تعالیٰ نے حالات بہتر فرمائے۔ بندہ اس محسن کے مزار اقدس پر حاضری ضرور دے گا اور مجھے یقین کامل ہے کہ میں تندرست ہو جاؤں گا۔ میں تو اب بھی ہر قسم کی دوا بند کر چکا ہوں اور ڈاکٹر حضرات سے ملنے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا۔

## ”روحانی شفاخانے“

یہ وہ کتاب ہے جس میں حشمتی صاحب نے اسی قسم کی بے شمار لاعلاج بیماریوں کے مفت شفاخانوں کی نشاندہی کی ہے، جہاں دردِ گردہ، پتھری، امراضِ شکم، امراضِ چشم، جوڑوں کا درد، یواسیر، بلڈ پریشر، باؤلے کتے کے کاٹے کا علاج، چنبل، خارش، اگزیم، تیجے کا بخار اور دیگر کسی ایک بیماریوں سے شفا ملتی ہے۔ حشمتی صاحب نے جن حضرات کو ان امراض سے شفا ملی ہے۔ ان کے انٹرویو اس کتاب میں درج کر دیے ہیں اور جہاں جہاں سے انہیں شفا ملی ہے۔ وہاں خود جا کر حالات کا جائزہ لیا۔ تحقیق کی اور پھر اس روحانی شفاخانے کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب اب میری جان ہے۔ میں اسے محبت سے اپنے پاس رکھتا ہوں اور بار بار مطالعہ کرتا ہوں۔ کتاب بہت خوبصورت ہے، دیدہ زیب ہے اور ایمان افروز ہے۔ میری طرح کسی دکھی اور بیمار لوگ یہ کتاب پڑھ کر شفا یاب ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شفاء کاملہ عطا فرمائے۔



## خارش و جلدی امراض

**فیض کا چشمہ** : غریب شاہ کا چشمہ حسن ابدال ۔  
**داوی** :۔ پروفیسر محمد سرور شفقت، کیدٹ کالج حسن ابدال۔  
 پروفیسر صاحب سے روحانی شفا خانے کے حوالہ سے قلمی آشنائی ہوئی۔  
 آپ نے روحانی شفا خانے کا کہیں مطالعہ کیا اور راقم الحروف کو نواز شنامہ  
 لکھا، اور ان کا یہ کرم پھر مسلسل ہوا اور بار بار ہوا، اور اب تک جاری ہے۔ اللہ  
 تعالیٰ کرے ان عشاقانِ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر شفقت کا سلسلہ  
 دراز رہے۔ یہ ان اہل کرم کی عنایت ہے کہ کرم فرماتے ہیں۔ ورنہ ہم غریبوں  
 کے پاس کیا ہے نذر کرنے کے لیے۔

میں نے آپ کو ایک عربیہ لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ حسن ابدال میں کوئی  
 ایسا چشمہ ہے جہاں سے شوگر کے مریض فیض یاب ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے  
 علم میں تو بندہ حاضر ہو جا۔ نے اور وہاں سے معلومات حاصل کر لی جائے۔  
 تو آپ نے ازراہ لطف و عنایت ۲۱ مارچ ۱۹۹۳ء کو جواب ارشاد  
 فرمایا جس میں تحریر فرمایا کہ شوگر کے مریضوں کے شفا خانے کا تو مجھے علم  
 نہیں، البتہ جلدی امراض، خارش وغیرہ کے مریضوں کے لیے حضرت غریب شاہ  
 کا چشمہ موجود ہے۔

اس کے ساتھ روحانی شفا خانے کو دوبارہ اور فیض کے چشمے کو  
 جلد شائع کرنے کا حکم دیا گیا۔



## پیٹ کے جملہ امراض

فیض کا چشمہ پیر گراٹ، جلال پور شریف، کھاریاں،  
پنڈ دادن خاں روڈ، ضلع جہلم۔

میرا ایک دوست چوہدری خلیل احمد صاحب مقبول پارک مصطفیٰ آباد  
لاہور نے پیرداکھارا کے متعلق میری کتاب "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے"  
پڑھنے کے بعد پیرداکھارا جانے کی خواہش کا اظہار کیا اور مجھے ساتھ جانے پر مجبور  
کیا۔ میرے بچوں کے ماموں محترم محمد سعید صوفی صاحب صوفیہ آباد، ونڈالہ  
روڈ، شاہدرہ لاہور بھی اکثر وہاں جانے کے لیے مُصر رہتے تھے۔ ہمیں ہر دو سے  
حضرات کے ساتھ ۲۹ جولائی ۱۹۹۰ء کو پیرداکھارا روانہ ہوا۔ وہاں سے اسی  
پر ۳ بجے کھیوڑہ لاہور ٹائم کی گاڑی پر سوار ہوئے۔ زبردست ریش اور  
تکلیف کے باوجود گاڑی کے ڈرائیور محمد ریاض نے بہت حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا  
محمد ریاض صاحب نے بتایا کہ ہمارے جلالپور شریف کے قریب  
ایک چشمہ پیر گراٹ ہے جب کہ ایک چشمہ پیر گراٹ جہلم کے قریب ہے۔ اسی  
طرح یہاں بھی اسی نام سے ایک چشمہ ہے۔ لیکن اس چشمے کی شان انوکھی اور زری  
ہے۔ یہ چشمہ سال بھر میں دس ماہ تک بہت ٹھنڈا اور میٹھا پانی فراوانی کے  
ساتھ فراہم کرتا ہے۔ لیکن مارچ اور اپریل کے مہینے میں سخت کھاری ہو جاتا ہے  
اور دنیا اس چشمے پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ دو ماہ سخت ریش رہتا ہے۔ یہ پانی پیٹ  
کے ہر قسم کے مرض کے لیے مفید ہونے میں صدیوں سے معروف ہے۔



## بچوں کا سوکھاپن

فیض کا چشمہ :- بمقام اچھا لڑاک خاص خاص تحصیل نوشہرہ، ضلع خوشاب۔  
 راوی :- محمد اشرف، متعلم فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید ہائی سکول لاہور کینٹ۔  
 تعارف :- نیک خواہر خصلت عمر کے ایک حصے کو پہنچ کر تھوڑی بہت  
 خود ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو نوار گرگ ظالم بھی ایک وقت آتا ہے یہ بزرگی  
 کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے۔ لیکن اگر یہ صفت عین بچپن اور جوانی کے عالم  
 میں بیٹھ آجائے تو بزرگ فرماتے ہیں یہ شیوہ پیمبری ہے۔ عزیزم  
 محمد اشرف بھی اسی شیوہ پیمبری کے زمرے میں شامل کرنے کے لائق ہیں  
 میرے ذہن شاگردوں میں شامل ہیں اور ایف جی عابد مجید ہائی سکول آرے  
 بازار لاہور چھاؤنی میں آج کل جماعت دہم کے طالب علم ہیں۔ نیکی،  
 خلوص اور عشق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت سے سرشار  
 ہیں اور دعوتِ اسلامی کے سرگرم رکن ہیں۔

انٹرویو :- محمد اشرف نے بتایا کہ ہمارا گاؤں بمقام اچھا لہ ہے۔ وہاں  
 ایک درخت ہے۔ شنید ہے کہ اس درخت کے نیچے ایک بزرگ کچھ دیر کے  
 لیے آرام فرما ہٹے تھے۔ جب سے اس درخت سے بچوں کو سوکھے کی بیماری  
 سے شفا مل رہی ہے۔ لوگ اپنے بیمار بچوں کو لے کر آتے ہیں اور اس درخت  
 کی ایک شاخ کے نیچے سے بیمار بچے کو سات بار گزارتے ہیں۔ پھر قریب ہی  
 ایک تالاب کی مٹی بچے کے جسم پر ملتے ہیں۔ بچے کی ماں اس تالاب کے



پانی سے غسل کرتی ہے۔ پھر بچے کو لے کر وہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں لیکن وہ حدود گاؤں میں خاموش رہتے ہیں۔ کوئی کسی سے بات نہیں کرتا، نہ بچے سے نہ میاں بیوی آپس میں اور نہ کسی اور حدود گاؤں سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ اس بچے کو آرام دے دیتا ہے۔

راقم الحروف کا عندیہ یہ ہے کہ کلیال وادی سون ضلع خوشاب کے قریب ہی اچھالا معلوم ہوتا ہے اور ان کے یہاں ایک بزرگ کے بیٹھنے کی جگہ معروف ہے۔ جہاں لقوہ کا علاج ہے اور یہاں بچوں کے سوکھے کا ممکن ہے۔ یہ بیٹھک بھی انہی بزرگوں کی ہو۔ جنہیں حیات المیر کے نام سے لوگ یاد کرتے ہیں۔



## پیٹ کے حملہ امراض

فیض کا چشمہ پیرقد شریف، چکوال روڈ، لیس اسٹاپ، پنڈی  
گوہراں۔ پنڈی گوہراں سے پیرقد شریف کے  
یہ دیکھیں۔ تھانہ ڈمن، ضلع جہلم۔

حضرت مولانا قاری حبیب الرحمن صاحب، نائب خطیب آرمی  
راوی آر اے بازار۔ لاہور۔

قاری صاحب نے فرمایا کہ یہاں ایک صدیوں سے جاری و ساری ہے  
ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں۔ پانی پیتے ہیں اور پیتے ہی اسہال شروع  
ہو جاتے ہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہزاروں لوگ پانی پیتے ہیں،  
اور اسہال کرتے ہیں۔ لیکن کہیں بھی کسی قسم کا کوئی تعضن یا بدبو پیدا  
نہیں ہوتی۔ اس پانی کے پینے سے خصوصاً پیٹ کے ہر قسم کے کیرے  
نکل جاتے ہیں۔ رفع حاجت کے بعد واپس آکر اسی چشمہ سے غسل کریں  
تو اسہال بند ہو جاتے ہیں اور سفر میں تھکن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔



## جسمانی جلدی امراض کا شفا

اکھڑا ، پرچھاواں ، سوکھاپن  
 حضرت پیرجمین شاہ بخاری شہید رحمۃ اللہ علیہ  
 فیض کا چشمہ نزد کار ساز مارکیٹ ، شارع شاہ فیصل ، کراچی۔  
 بحوالہ تذکرہ اولیاء سندھ۔

راوی : حضرت علامہ مولانا ابوالرشید محمد حفیظ نقشبندی کراچی جن کا  
 تذکرہ گذشتہ صفحات میں کہیں موجود ہے۔ وہ اپنے ایک خط میں تحریر  
 فرماتے ہوئے ایک اور فیض کے چشمے کی نشاندہی فرماتے ہیں۔  
 حضرت پیرجمین شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن قاسم کے ساتھ سمرقند  
 سندھ میں وارد ہوئے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کی جلتی  
 جاگتی زندہ کرامت ہے کہ آپ کے مزار پر ایک نیم گرم پانی کا چشمہ  
 ہے جس سے جسمانی اور روحانی مریضوں کو شفا ملتی ہے۔ ہر جمعرات کو  
 آپ کا عرس ہوتا ہے۔

نیم گرم پانی کا چشمہ ایک روحانی شفا خانہ ہے جس میں نہانے سے  
 تمام جلدی بیماریاں چند دنوں میں ختم ہو جاتی  
 ہیں۔ مگر یہ روحانی شفا خانہ ایک اور بیماری کا بھی مجرب علاج ہے جسے  
 اکھڑا اور پرچھاواں کہتے ہیں۔ اولاد کا زندہ نہ رہنا۔ بچوں کو سوکھے کی  
 بیماری ہو جانا وغیرہ۔



مریض کو سات اتوار متواتر حاضری دینا ہوتی ہے۔ پہلے اتوار  
 طریقہ کار جو کپڑے پہن کر مریض وہاں جاتا ہے۔ انہیں وہیں چھوڑ کر  
 آنا ہوتا ہے۔ پہلی بار ایک فالٹو جوڑا ساتھ لے جانا ہوتا ہے گلے میں  
 پہنے ہوئے کپڑے غسل کے بعد وہیں رکھ کر دوسرے پہن لیتے ہیں۔  
 بفضلِ خدا بوسیدہ اولیاء کرام رب تعالیٰ اس موذی مرض سے نجات عطا  
 فرمادیتا ہے ۵

روا ہے فیض کا سر چشمہ نہاے جس کا جی چاہے

یہ سو دے ہیں مقدر کے آزمائے جس کا جی چاہے

ہم نے اپنی کتاب روحانی شفا خانے میں حضرت پیر حمن شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ص ۱۴۸ میں ملک الطواف حسین قادری کے حوالے  
 سے کیا ہے۔ لیکن وہاں جو پتہ درج ہے وہ اس پتہ سے مختلف ہے  
 ہم وہ پتہ بھی درج کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین کو وقت نہ ہو۔  
 پیر حمن شاہ شہید بخاری شہید ملت روڈ، کراچی



## درِ گُردہ

فیض کا چشمہ :- پیرداکھارا، خانقاہ حضرت پیر کرم شاہ ولی  
رحمۃ اللہ علیہ لائٹاؤن پنڈدادن خاں ضلع جہلم۔

راوی :- ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء۔ محمد صابر خاں ولد محمد عادل خاں مکان  $\frac{E}{1828}$   
نشاط کالونی (متصل ڈیفنس کالونی) آر اے بازار۔ لاہور کینٹ۔  
مرض :- گردے میں پتھری۔

محمد صابر خاں میرے ذہین تلامذہ سے ہیں اور انہوں نے ایف جی  
عابد مجید ہائی سکول آر اے بازار لاہور کینٹ میں میٹرک پاس کیا۔  
ان کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا محمد عادل خاں صاحب دیوبندی  
مکتب فکر کے ایک معروف عالم دین ہیں اور کئی ایک کتب کے  
مصنف، بخاری شریف کے مترجم اور حکومت پاکستان کی طرف منظور شدہ  
قرآن پاک کے پروف ریڈر رہے ہیں۔ عرصہ سے سعودی عرب میں کاروبار  
کے سلسلہ میں مقیم ہیں۔ البتہ ان کے بچکان مذکورہ پتہ پر رہائش پذیر ہیں  
محمد صابر خاں کے بڑے بھائی احمد ناصر خاں بھی میرے تلامذہ میں سے ہیں  
جن کا یہ واقعہ محمد صابر خاں نے سنایا۔

محمد صابر خاں نے بتایا کہ میرے بڑے بھائی احمد ناصر خاں کی اہلیہ کے  
گردے میں پتھری تھی۔ غوث الاعظم روڈ، سابقہ جیل روڈ پر کٹنی سپیشلسٹ  
جناب ڈاکٹر فتح صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ ان کا علاج جاری رہا اور



ایک ماہ کے علاج سے کوئی فرق نہ پڑا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ علاج صرف طفل تسلی ہے۔ ورنہ سوائے آپریشن کے اس کا کوئی علاج نہیں۔ ان کی پتھری نالی میں پھنسی ہوئی ہے۔ جب تک اس کو آپریشن کے ذریعے نہ نکالا گیا آرام ممکن نہیں۔

ڈاکٹر صاحب سے مایوس ہو کر گھر بیٹھے تھے کہ پیردا کھارا کسی نے بتایا اندھا چلے دو آنکھیں اور بھوکا چاہے دو روٹی۔ ہم پیردا کھارا چلے گئے حاضری دی، پانی پیا، فاتحہ خوانی کی، دعا خیر کی اور واپس چلے آئے پندرہ دن کے بعد وہ پتھری خود بخود نکل گئی اور اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر آرام دیدیا۔



## چہرے کے کیل مہرے

فیضان کا چشمہ : حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ  
 راوی : سید رضا شاہ صاحب خطیب جامع مسجد پولیس لائن سرگودھا۔  
 مئی ۱۹۹۱ء کے پہلے ہفتے ایک ضروری کام سے حضرت علامہ  
 مولانا بشیر احمد سیالوی مدظلہ کے ہمراہ سیال شریف حاضری دے کر واپس  
 لاہور آ رہا تھا کہ سرگودھا میں ایک بزرگ سید رضا شاہ کا سنا۔ اُن سے  
 ملاقات کی چاہت ہوئی حضرت موصوف سرگودھا پولیس لائن کی جامع مسجد  
 کے خطیب ہیں۔ محترم شاہ صاحب اور دو وظائف میں مصروف تھے بعد از  
 مغرب تعارف ہوا، تو بہت تپاک سے ملے۔ آپ کہیں میری کتاب "روحانی  
 شفا خانہ" کا مطالعہ کر چکے تھے۔ اُس حوالے سے ملاقات کے خواہاں تھے  
 محترم شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے انکشاف فرمایا، ہمارے  
 ملنے والوں میں محترم محمد رفیق سرویا صاحب ہیں۔ جن کے چہرے  
 پر بہت زیادہ کیل اور مہرے تھے، انہوں نے بہت علاج کروائے لیکن  
 افاتے کی کوئی مصورت پیدا نہ ہوئی۔ وہ اپنے چہرے کی اس تکلیف سے  
 پریشان رہتے تھے۔ ایک دن ہم سے بھی اس سلسلہ میں انہوں نے شکایت کی۔  
 محترم محمد رفیق سرویا صاحب زرعی ترقیاتی بینک سرگودھا رجسٹرڈ ممبر  
 تھے۔ آج کل کہیں اور نعینات ہیں۔ ہم نے اُن سے کہا کہ لاہور شہر میں ایک  
 بہت بڑا روحانی شفا خانہ ہے۔ حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ



آپ وہاں تشریف لے جائیں۔ اور داتا حضور کے آستانے پر حاضری دیں  
اور ان کے ہاں ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اس پانی سے چالیس روز تک  
چہرے کو دھوئیں۔ انشاء اللہ شفا ہوگی۔

محترم رفیق صاحب نے داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر  
حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کی۔ اور چشمہ سے پانی حاصل کر کے چالیس روز مسلسل  
چہرے کو دھویا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے اب چہرہ بالکل صاف ہے  
جیسے کہ چہرے پر کوئی نشان ہی نہ تھا۔



## قبر کی مٹی سے شفا

حضرت سید المفسرین مفتی محمد احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح مشکوٰۃ شریف "مرآة المناجیح جلد اول ص ۲۵۷ پر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جہاد روم میں شامل تھے۔ قسطنطنیہ پر حملے کے وقت آپ بیمار ہوئے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو میری میت اپنے ساتھ رکھنا اور جب قسطنطنیہ فتح ہو جائے تو مجاہدین کے قدموں کے نیچے مجھے دفن کرنا چنانچہ جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو اس کی فصیل کے نیچے آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ مزید لکھتے ہیں کہ آپ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے اور بیمار حضرات آپ کی قبر سے شفا پاتے ہیں۔

حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے  
 إِذَا تَحَيَّرْتُ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ يَعْنِي جِب  
 تمہیں حالات پریشان کر دیں تو تم اہل قبور سے فیوض و برکات لوٹنے کے لیے  
 رجوع کرو۔

جب فقیر اللہ تعالیٰ کی ذات کے عشق میں محو ہو کر فنا کا مقام حاصل کرتا ہے تو اسے وحدت کے سمندر میں جان کا خطرہ نہایت حقیر نظر آتا ہے جب ایک فقیر کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو ایسے فقیر کی قبر بھی زندہ جاوید



ہو جاتی ہے حضرت سلطان العارفين حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ  
 لکھتے ہیں کہ اگرچہ خلقت انہیں جانتی ہے کہ وہ خاک تلے سوئے پڑے  
 ہیں۔ لیکن دراصل وہ ان کے لیے قرب خداوندی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ  
 اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم مجلس ہوتے ہیں اور اللہ  
 اور فقیر جس طرح زندگی میں لوگوں کو طالب اور مرید کر کے تعلیم و تلقین کرتے  
 ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی بلکہ حیات سے دو چند ہو جاتے ہیں۔

رسالہ سلطان العارفين لکھنؤ گوجرانوالہ اپنی اشاعت ماہ نومبر دسمبر ۱۹۵۹ء  
 میں لکھتا ہے :-

”گویا خلق خدا فقیر کے وصال کے بعد بھی اس سے اسی طرح فیض یاب  
 ہوتی ہے جس طرح فقیر کی زندگی میں، اور یہی فقیر کے زندہ ہونے کی دلیل ہے  
 کوٹ جعفر کے حکیم مولوی عبدالکریم صاحب جو غالباً ابھی زندہ ہوں گے۔  
 بیان کرتے ہیں کہ ان کے ماموں صاحب اپنے والد حافظ میاں نور الدین جو  
 استاد الوقت ہیں۔ ان سے قرآن حفظ کرنے کی بہتیری کوشش کی، مگر حفظ نہ  
 کر سکا۔ والد صاحب نے گھر سے نکال دیا۔ سیدھا دربار مقدس حضرت  
 سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا، اور کئی دن روتا رہا۔ ایک ہفتہ  
 کے بعد خواب میں حکم ہوا۔ جاؤ میاں خداوند کریم نے تم کو حافظ قرآن بنا دیا  
 ہے۔ اپنے گاؤں میں جا کر رمضان المبارک میں قرآن شریف سناؤ۔ وہ جب  
 گاؤں واپس آئے اور لوگوں نے آپ سے قرآن کریم سنا تو سب حضرت  
 سلطان العارفين قدس سرہ العزیز کا فیض بعد از وصال دیکھ کر حیران  
 رہ گئے۔ سبحان اللہ۔“



## مختلف امراض جسمانی کا علاج

امراض :- گٹھیا، جھولا، سونک، استرخا، تشنج، تمور،  
ریح، رعشہ، ادھنگ، لقوقہ، قالج۔

اگرچہ ہماری کتاب کا موضوع روحانی فیض کے چشمے سے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے ہم کسی خانقاہ کی نمائندگی، یا اس کی تشہیر نہیں کر رہے بلکہ جو چند حقائق دنیا کے سامنے تجربات کی روشنی میں آتے ہیں۔ ہم ان کو منظر عام پر لانے میں معاونت کر رہے ہیں، تاکہ دکھی اور مجبور انسانیت اپنے دکھوں اور اپنی بیماریوں سے نجات حاصل کر سکے چونکہ موضوع کا اہم جز بیمار انسانیت کو سکھ اور چین فراہم کرنا ہے۔ اس لیے ہم ایک ایسے شفاخانے کی نشاندہی کر رہے ہیں جس کا تعلق روحانیت سے نہیں بلکہ لوتانی طریقہ علاج سے ہے۔ چونکہ دنیا اس سے فیض پارہی ہے۔ اس لیے اس شفاخانے کے ذکر سے ہم اپنی کتاب کے صفحات کو زینت بخش رہے ہیں۔

اس شفاخانے کی نشاہی موقر جریدہ روزنامہ نوائے وقت کے جمعہ میگزین مورخہ ۱۹۹۰ء - ۶ - ۸ میں ایم زمان کھوکھرا ایڈووکیٹ کے قلم سے ہوئی۔ ان کی تحریر کو من و عن عوام الناس کی بہتری کے لیے درج ذیل نقل کیا جاتا ہے۔

”گجرات کا قدیمی اور تاریخی قلعہ جس کے ساتھ کئی داستانیں، روایات



اور تاریخی معرکے وابستہ ہیں۔ یہ قلعہ اب آہستہ آہستہ مسمار ہو رہا ہے اس کے تاریخی نشان مٹتے جا رہے ہیں۔ یہ قلعہ محکمہ آثارِ قدیمہ کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ بلندی پر واقع اس قلعہ میں داخل ہونے کے لیے چاروں سمت دروازے شیشیا نوالہ دروازہ، شاہدولہ دروازہ، کالری دروازہ اور کابلی دروازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ قلعے کے چاروں بڑوں کے نیچے بزرگوں کی قبریں اب بھی موجود ہیں۔ تہہ خالوں اور سرتنگوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ باؤلی کنواں پرانی تحصیل نورجہاں کے بیٹے شہریار کی قتل گاہ کے علاوہ جو مشہور تاریخی عمارت ہے۔ وہ گجرات کا شاہی حمام ہے جسے عربوں میں اکبری حمام بھی کہتے ہیں۔ کابلی دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہی بلندی پر چڑھتے ہوئے ایک بلند و بالا عمارت پر یہ بورڈ آؤیزاں نظر آئے گا۔ اب حمام گرم ہے۔ یہ شاہی حمام باؤلی اور قلعہ مغل شہنشاہ اکبر اعظم نے تعمیر کروائے تھے۔ یہ گرم حمام مغل شہنشاہ اکبر کی ذاتی دلچسپی سے تعمیر ہوا۔ یہ چھوٹی سی تاریخی عمارت ماضی میں ہر حکمران اور دیکھنے والوں کے لیے خصوصی توجہ کا مرکز رہی۔ یہ شاہی حمام اب ملک احمد حسین کی ذاتی ملکیت ہے اس بزرگ اس کی دیکھ بھال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ قریب ہی سکھوں کے چھٹے گرو کے نام سے محلہ چھٹی یاد شاہی ہے۔ سکھوں نے اپنے دور میں یہاں بعض تبدیلیاں بھی کیں۔

روایت ہے کہ اکبری حمام کے نیچے ایک دیگ میں مخصوص کیمیکل سے بنا ہوا ایک دیانصب تھا جو ہر وقت جلتا رہتا جس کی تپش سے حمام گرم رہتا حمام کی بھاری سے گنٹھیا، جھولا، نقوہ، سوتک، استرخاد، تشنج، تمور، ریح، عرق النساء، ریشہ، ادھرنگ، جسم کا جھولا اور فالج کے مریضوں کا علاج کیا



جاتا ہے۔ حمام میں بھاپ سے پسینہ لینے پر جسم سے زہریلے مادے خارج ہو جاتے ہیں اور مریض صحت یاب ہو جاتا ہے اور خاص تیل کی مالش کی جاتی ہے۔ گجرات میں قیام کے دوران شہنشاہ اکبر کی بیٹی متذکرہ امراض میں سے کسی ایک مرض میں مبتلا ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ شاہی طبیب کے مشورہ پر یہ حمام تیار ہوا اور شہزادی کو حمام کی بھاپ دی گئی جس سے وہ صحت یاب ہو گئی۔ یہ حمام ماضی میں شاہی خاندان کے مریضوں کے لیے مخصوص تھا۔ یہ حمام چھ کمروں پر مشتمل ہے تاکہ مریضوں پر فوری طور پر ہوا کا یا موسم کا اثر نہ ہو سکے۔ بیرونی کمرہ اور اس کے نیچے تہ خانہ ہے۔ اصل حمام آخری کمرہ میں ہے۔ آخری دو کمرے مخروطی گنبد نما ہیں۔ کمرہ میں روشنی کے لیے شیشہ نصب ہے۔ گنبد نما کمروں کی دیواروں میں خدارکھا ہوا ہے۔ قیاس سے کہ گرم ہوا اور بخارات گزرنے کے لیے نالیاں نصب ہوں، جب حمام گرم ہو، دیواروں سے بھی پسینہ ٹپکتا نظر آتا ہے ہر کمرہ کا درجہ حرارت مختلف ہے تاکہ بھاپ اور پسینہ لینے کے بعد مریض پر ہوا یا موسم اثر انداز نہ ہو سکے آخری کمرہ حمام میں پہنچنے پر سر سے لے کر پاؤں تک پسینہ نکل آتا ہے گرم بھاپ پسینہ سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے، گنٹھیا، جھولا، سوتک، استرخار، تشنج، تمور، رنج، رعشہ، ادھرنگ، لقوہ اور فالج کے مریضوں کی مخصوص تیل سے مالش کی جاتی ہے۔ کمرہ حمام میں ایک دھانہ کے سامنے کرسی پر مریض کو بٹھا دیا جاتا ہے اور وہیں پر مریض کو غسل دیا جاتا ہے۔ اور بھاپ بھی دی جاتی ہے۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک مریض صحت یاب نہ ہو جائے۔ اس حمام کے ساتھ اکبر بادشاہ نے ایک کنواں بھی تعمیر کروایا تھا جس کا پانی حمام میں استعمال ہوتا تھا اب



یہ کنواں بند کر دیا گیا ہے۔ ماضی میں حمام کی گرائٹس اور بھاپ کا سارا دار و مدار ایک دیا پر تھا۔ جس کو مخصوص کمپیکل سے تیار کیا گیا تھا اور جلتا رہتا تھا۔ روایت ہے کہ ماضی میں تحقیق کے دوران یہ دیا بجھ گیا اور دوبارہ روشن نہ ہو سکا۔ اس کی جگہ اب لکڑیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ دو باتیں اب بھی حیرانگیز ہیں۔ حمام کا پانی زیر زمین ہی غرق ہو جاتا ہے۔ لکڑیوں کی راکھ بھی زیر زمین غائب ہو جاتی ہے۔ حمام میں مرلیضن خواہ مرد ہوں یا خواتین دور دراز سے علاج کے لیے آتے ہیں۔ گجرات میں دورِ قدیم اور مغلوں کے وقت کی نشانیوں، تاریخی عمارتوں، صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی قائم و دائم ہیں۔ ایک بادشاہ کی بنائی ہوئی چھوٹی سی عمارت بڑے بڑے معالجوں اور طبیبوں کے لیے چیلنج ہے۔ آج بھی مذکورہ بیمار لوگوں میں مبتلا مرلیضن صحت یاب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ دیا بجھ گیا ہے۔ لیکن حمام کی پیش اور بھاپ میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ عمارت آج بھی اُسی آب و تاب کے ساتھ کھڑی ہے۔



## باؤلہ کتا کاٹے کا ایک اور شفا خانہ

معلوم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر روحانی شفا خانوں اور فیض کے چشموں کا اہتمام کیا ہوا ہے تاکہ دور دراز کے سفروں کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی بجائے اپنے اپنے علاقوں کے قریب ترین شفا خانے سے فیض حاصل کر لیا جائے۔

علامہ مولانا عبدالغفور شاہ صاحب خطیب جامع مسجد رحمانیہ غوثیہ نشاط کالونی آراے بازار لاہور چھاؤنی راوی ہیں کہ اگر باؤلہ کتا کاٹ جلتے تو بابا محمد روشن صاحب کے مزار پر حضرت محترم بابا رکن دین نصیر الدین دم فرماتے ہیں جس سے بیمار کو شفا ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے بارہا ایسا دیکھا کہ کتے کی طرح بھونکتے ہوئے اور رسیوں سے جکڑے ہوئے انسانوں کو لایا گیا اور بابا جی نے دم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے انہیں شفا عطا فرمادی۔

## سوئی نگلی ہونی کا علاج

سوئی کے متعلق مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی بچہ سوئی نگل لے یا کوئی جانور اپنے چارہ میں سوئی کھالے تو اس کا نکالنا آپریشن کے بغیر ممکن نہیں یہ سوئی اگر شریابوں میں چلی جائے تو بعض اوقات موت کا باعث بن جاتی ہے حضرت علامہ مولانا سید عبدالغفور شاہ صاحب فرماتے ہیں



کہ ہمارے خاندان کو قدرت نے یہ بخشش فرمائی ہوئی ہے کہ کوئی انسان یا جانور سوئی نکل لے یا گولیوں کے چھڑے وغیرہ جسم کے کسی حصے میں پیوست ہو جائیں تو ہمارے خاندان کے سربراہ حضرت سید گلاب شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سیال شریف ضلع سرگودھا والے مٹھانی دم کر کے مریض کو کھلاتے ہیں جس سے سوئی اور گولیوں کے چھڑے وغیرہ خود بخود باہر نکل آتے ہیں۔ اگر سید گلاب شاہ صاحب سے رابطہ مقصود ہو تو درج ذیل پتہ پر رجوع فرمائیں۔

حضرت پیر سید محمد عطاء اللہ صاحب  
بمقام وڈاک خانہ اورنگ آباد، تحصیل جندہ ضلع اٹک



## ہم مرض کا علاج

عورتوں کے دردِ زہ کا علاج : جانوروں کا پیشاب بند ہو جانا  
جانوروں کا گلا گھٹ جانا : آنکھوں اور جوڑوں کا درد

فیض کے چشمے  
۱۔ سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ محلہ پراچکان بھیرہ سرگودھا  
۲۔ حضرت حافظ شفاء محمد المعروف شاہ زندہ صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ بگوی خاندان بھیرہ۔ ۳۔ حضرت سخی اعظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
محلہ پیر اعظم شاہ بھیرہ سرگودھا۔ ۴۔ حضرت پیر سید حسن شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ  
احمد آباد ضلع بہاولپور۔

راوی : محترم ضیاء محمد صاحب محلہ پیر اعظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور عمر فاروق  
صاحب مینچر ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ شریف۔

رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ ۱۹ مارچ ۱۹۹۱ء کو اچانک ضلع گجرات کے  
معروف قصبہ پھالیہ کے قریب کدھر شریف میں جانا پڑا۔ کدھر شریف کے  
آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت ڈاکٹر محمد فرخ حفیظ صاحب ہیں مجھ خاکسار  
پر خصوصی کرم فرماتے ہیں یہ سفر ان سے ملنے اور ایک ضروری کام کے لیے  
تھا۔ آپ آئی سپیشلسٹ اور لاپور میو ہسپتال میں ایک عرصہ آئی وارڈ  
کے انچارج رہے ہیں آپ روحانی مصروفیات کی وجہ سے میو ہسپتال کی  
ملازمت چھوڑ کر کدھر شریف مستقل طور پر منتقل ہو چکے ہیں۔ دربار عالیہ



پر ہمہ وقت مریضوں کا ہجوم رہتا ہے، سینکڑوں مریضوں کی ہر وقت موجودگی ان کے فیضِ عام کا بین ثبوت ہے۔ آپ بیک وقت روحانی و جسمانی امراض کے ماہر ترین معالج ہیں۔

چونکہ بندہ بغیر اطلاع کے پہنچا تھا اور آپ اس وقت بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں ایک کیمپ کا معاہدہ کرنے کے لیے تشریف لے جانے والے تھے، بڑی محبت سے بغلیگر ہوئے اور مجھے ساتھ چلنے کا ارشاد ہوا۔ میں نے ہاں کی اور آپ کی جیب میں سوار ہوا۔ راستے میں کئی ایک روحانی اور تصوف کے مسائل پر گفتگو ہوئی جو میرے لیے ایک عرصہ سے حل طلب تھے۔ وہ اس سفر میں دورانِ گفتگو حل ہو گئے۔ الحمد للہ۔

بھیرہ شریف پہنچے تو جامع مسجد خاندانِ بگوی اور اس کے متعلقین امام خطیب، طلباء اور ڈاکٹر حضرات استقبال کے لیے موجود تھے۔ آپ نے مریضوں کا معاہدہ فرمایا۔ اس کے بعد چائے کا دور چلنے لگا تو میزبان حضرات میں حضرت محترم ضیاء محمد صاحب محلہ پیر اعظم شاہ بھیرہ شریف اور عمر فاروق صاحب مینچر ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ شریف سے تعارف ہوا۔ میرا نام سنا تو فرمائے لگے ضیاء حرم میں آپ کے مضامین پڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب روحانی شفا خانے بھی مطالعہ کی ہے اور اس کتاب نے بہت متاثر کیا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بالکل انوکھی اور نرالی ہے۔ بلکہ اس موضوع پر اس سے پہلے کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری۔

مزید فرمایا کہ اس سلسلہ میں کچھ معلومات ہمارے پاس ہیں میرے اشتیاق پر آپ نے درج ذیل تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائی :-



آپ نے فرمایا :-

کہ بھیرہ شریف میں ایک دربار حضرت میراں شاہ صاحب کا ہے۔ جن کا اصل اسم گرامی سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ محلہ پراچکان میں آپ کا آستانہ ہے۔ ہر قسم کے مرض کے لیے آپ کے دربار پر پہنچنے لگائے جاتے ہیں جس سے شفا مل جاتی ہے۔

جانوروں کو اگر گلے گھٹنے کی بیماری ہو جائے تو بگوی خاندان کے جد امجد حضرت حافظ شفا محمد صاحب المعروف شاہ زندہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر آتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

عورتوں کو جب بچے کی تولید کا وقت ہوتا ہے۔ وہ وقت بہت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یا جانوروں کا اگر پیشاب بند ہو جائے تو حضرت سخی پیر اعظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے نام سے محلہ پیر اعظم شاہ مشہور ہے تو آپ کے دربار عالیہ کی زنجیر دھو کر مرینہ عورت یا جانور کو پلائی جائے تو اللہ تعالیٰ فوراً شفا عطا فرماتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ آنکھوں کی تکلیف اور جوڑوں کے درد کے لیے مریض کو احمد آباد ضلع جہلم میں پیر سید حسن شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر خمر سے شاہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً شفاء کاملہ عطا فرمائے گا۔



# باؤلے کتے، ریح کا درد، آنکھوں اور ہر مرض کا علاج

فیض کے چشمے (۱) حضرت بابا غلام بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ، آستانہ عالیہ نوشہاہ شریف، نزد شاہ باغ، کلر سیداں روڈ، کہوڑہ، ضلع راولپنڈی سید خاندان کا ہر فرد، بمقام صاحب لکھو نزد ڈھیر گنا باؤلے کتے کا علاج ڈاک خانہ تحصیل و ضلع گجرات شہر سے مغرب کی طرف یعنی راولپنڈی جانے والی سڑک پر تقریباً دو اڑھائی میل گجرات سے ریلوے پھاٹک کراس کر کے بائیں طرف یہ گاؤں ہے۔

ہر مرض کا علاج حضرت سیدہ مانی نواب صاحب، قادری نوشاہی برقندازی رحمۃ اللہ علیہا، بمقام پیر گراٹہ، نزد شاہ باغ کلر سیداں روڈ، تحصیل کہوڑہ ضلع راولپنڈی۔

ریح کا درد میاں حبیب قادری رحمۃ اللہ علیہ، آستانہ چوک حبیب، نرالی کسودال، نزد قاضیاں، تحصیل گوجر خاں، ضلع راولپنڈی۔

آنکھوں کا علاج :- حضرت بابا پیر شاہ دسن، نزد دینہ تحصیل و ضلع جہلم۔



فیض کے چشمے :- ۱۔ نتھیا بایا غلام تحصیل کہوڑ (۲) میانہ موہڑہ تحصیل سوہاؤہ، ضلع جہلم (۳) موہڑہ اشیرا، سکھو کے نزد تحصیل گوجر خاں۔ (۴) درگاہ بن شاہ کمال نزد دولتانا، میانہ تھب تحصیل راولپنڈی (۵) یا کلیام شریف تحصیل گوجر خاں، ضلع راولپنڈی۔

راوی :- حاجی محراب خاں اور ایم اے، وارڈ نمبر ۷، سر جیات روڈ، گوجر خاں ضلع راولپنڈی۔

جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے کتاب جب منصہ شہود پر آئی تو اخبارات و رسائل اور جرائد نے بھر پور تبصرے کئے۔ اس کے علاوہ صاحب علم و دانش نے بھی کھل کر داد دی، ادیبوں، شاعروں نے مقالے اور نظمیں تحریر فرمائیں۔ علاقہ پوکھڑ ہار کے معروف ادیب و شاعر جناب حاجی محراب خاں صاحب نے بھی تبصرہ لکھا پہلے وہ تبصرہ سپرد قلم کرتا ہے کہ وہ مختصر ہونے کے باوجود بہت اہم ہے۔

”جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے“ کو میں نے شوق اور عقیدت سے پڑھا ہے۔ اس مختصر مگر دلنشین کتاب میں مصنف موصوف نے جس بات پر زور قلم صرف کیا ہے۔ وہ اویا کرام کی خالقانہ ہوں یا مزاروں سے ابلتا ہوا فیضان ہے جو خدا کی مخلوق میں صدیوں سے جاری و ساری ہے۔



اور صدیوں جاری رہے گا۔ اولیاء کرام سے مصنف کی عقیدت اور سپردگی بھی ایک امر واقعہ ہے جو خود مصنف کی شخصیت کا ایک دلچسپ پہلو ہے اس کتاب میں چند مذکورہ شفاخانے ایسے ہیں جو ہمارے علاقہ پوٹھوہار میں واقع ہیں۔ مثلاً نتھیا بایا غلام بادشاہ تحصیل کہوڑہ نزد شاہ باغ گلر سیداں روڈ ضلع راولپنڈی اور میانہ موہڑہ تحصیل سوہاؤہ وغیرہ ان مقامات کے ضمن میں مصنف علامہ عیدالحق ظفر چشتی صاحب کی تحقیق مستند اور لائق تحسین ہے۔

یہ مقامات واقعہ صدیوں سے انسانی دکھوں کا مداوا رہے ہیں۔ آج بھی ان درگاہوں میں میلے کا سماں ہوتا ہے۔ بلکہ اس سہ زمیں پوٹھوہار میں بعض ایسے شفاخانے ابھی مصنف کی رسائی سے باہر ہیں۔ جہاں سے لی گئی خاکِ شفا کی چٹکی اور جہاں کا ایک پھیرا شفا کی ضمانت بن جاتا ہے۔ مثلاً موہڑہ اشیراجو سکھو کے نزدیک تحصیل گوجر خاں کا ایک گاؤں ہے یہاں درد گنٹھیل کے مریض آتے ہیں اور شفا کا یہ عالم ہے کہ چار پائی پہ لائے گئے مریض اپنے پاؤں سے چل کر واپس جاتے ہیں۔

”بچوں کے سوکھاپن کے لیے مشہور درگاہ بن شاہ کمال جو دولتانا کے قریب ہے۔ میانہ تھب تحصیل و ضلع راولپنڈی جو بینانی کا مجرب شفاخانہ ہے۔ باکلیام شریف تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی جو پوٹھوہار میں سلسلہ چشتی صابری کا مرکز اور تہر تکلیف کا مشہور شفاخانہ ہے۔“

حاصل یہ کہ ظفر چشتی صاحب کی کتاب میں بیان کردہ واقعات جس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہی ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات



زندہ اور فیض رساں ہیں۔ عقل حیراں کے لیے حیران کن اور یقین و

اذہان کے لیے نور افروز بھی ہیں اور یہ دعوت بھی کہ :-

”حاکسان جہاں را بحقارت منگر۔“

”فیض کے چشمے“ کی ترتیب کے حوالہ سے بندہ نے ان مقامات جن کا تذکرہ

کیا گیا ہے کہ مصنف کی پہنچ سے دور ہیں۔ تک پہنچنے کی کوشش کی اور

۲ جولائی ۱۹۹۵ء کو یس علاقہ پوٹھوہار گوہر خاں پہنچا۔ کسی صاحب سے شناسائی

نہ تھی۔ محترم حنیف حنفی صاحب تکیہ حضرت سید میر کلاں بمقام چنگا میرا سے

تھوڑی سی شناسائی تھی۔ ان کو خط لکھ چکا تھا۔ ان کے ہاں پہنچا اور ان کی دست

سے ۳ جولائی ۱۹۹۵ء کو حاجی محراب خاور صاحب سے ملاقات کی اس

سفر کی طویل روداد آپ تفصیل سے کسی اور مقام پر پڑھیں گے۔

محترم حاجی محراب خاور صاحب نے وعدہ کیا کہ ان حضرات کے حالات و

واقعات تفصیل سے لکھ کر ارسال کروں گا۔ ۱۲ جولائی ۱۹۹۵ء کی شام کو ان

کا خط آیا جس میں باکلیام شریف کے بزرگان دین کا تذکرہ کی تفصیل موجود

ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

## کلیام شریف بزرگان کلیام کا مختصر تذکرہ

کلیام شریف پر پوٹھوہار کے مردم خیز خطہ کی مشہور بستی اور روحانی عقیدت

کا معروف مرکز ہے۔ یہ بستی راویل پنڈی سے اٹھارہ میل دور لاہور کی شاہراہ عظیم

پر واقع ہے۔ اس بستی کی شہرت ان اویلے کرام کی وجہ سے ہے جو چشتیہ

صاحب سلسلہ کی عظیم شاخ سے نسبت رکھتے ہیں۔ سرزمین پوٹھوہار میں اس

سلسلہ عالیہ کا فیضان ایک تو گولڑہ شریف کی نسبت سے پھیلا اور اس کا



دوسرا روحانی مرکز کلیام شریف ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ پنجاب میں پاک تین شریف کے بعد ان دونوں روحانی مراکز کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جتنی سلسلہ کافرغ انہی دونوں مراکز سے جاری و ساری رہا ہے۔ کلام شریف کی مقدس بستی میں جن اولیائے عظام کے فیض بخش مزارات موجود ہیں ان کی اجمالی تفصیل حسب ذیل ہے۔

### نورِ رحمن حضرت خواجہ حافظ محمد شریف دہلوی ثم کلیامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حافظ محمد شریف کلیامی کو بزرگانِ کلیام شریف میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ تاریخی طور سے آپ خاندانِ مغلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہی رسالہ میں رسالدار میجر کے عہدے پر فائز تھے۔ ایک دن دہلی شہر میں ایک مجذوب کی ملاقات نے کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مجذوب نے آپ کو جلال آباد جلنے کا اشارہ کیا۔ آپ نوکری سے سبکدوش ہو کر جلال آباد پہنچے یہاں صابری سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ سید مظہر علی شاہ جلال آبادی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ سید موصوف نے چھ ماہ تک آپ کی تربیت فرما کر حکم دیا کہ آپ کلیام شریف ضلع راولپنڈی تشریف لے جائیں۔ جہاں آپ کو ایک مرد فقیر کی تربیت پر سامور کیا جاتا ہے جو اپنے کمالات باطنی کے سبب شہباز لامکانی کے مقام پر ممتاز ہو گا۔ چنانچہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے فرمان کی تعمیل میں کلیام شریف پہنچے، جہاں آپ کے جاننے پہچاننے والا کوئی شخص نہ تھا۔ خواجہ صاحب اپنی گذر بسر کے لیے کپڑے سینے کا کام کرنے لگے۔ لیکن جو فریضہ جلال آباد سے آپ کے سپرد ہوا تھا۔ اس کی تکمیل گویا آپ کی زندگی کی غایتِ اولیٰ بن چکی تھی۔ آخر وہ مبارک وقت آگیا کہ فضائے



روحانی کا عظیم شہباز آپ کے دائم طریقت میں آگیا۔  
 خواجہ صاحب نے حضرت بابا فضل الدین کلیامی کو سلسلہ عالیہ چشتیہ  
 صابرہ میں داخل فرما کر تربیت باطنی شروع کر دی۔ خواجہ حافظ خود ولایت  
 کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔ لیکن اپنے کمالات باطنی کو آپ نے کسی پر ظاہر  
 نہ ہونے دیا۔ آپ کے صاحب کمال ہونے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش  
 نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی روحانی عظمت کا عملی ظہور حضرت  
 باباجی کی شخصیت میں ہوا جو نہ صرف آپ کے خلقا میں ایک فضیلت خاص  
 کے حامل تھے۔ بلکہ آپ کے روحانی کمالات کا ناطق نمونہ تھے۔ مقالات  
 ولایت کا تشخص اگر ضروری خیال کیا جائے تو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی  
 شخصیات سے ان کے مرشد پاک کے کمالات کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جانا چاہیے۔  
 غرض تربیت کے فریضہ کو بطریق احسن پورا فرمانے کے بعد آپ کے انفاس  
 پاک کی گنتی بھی مکمل ہو چکی تھی۔ جس فریضہ کو سینے سے لگاٹے جلال آباد سے  
 کلیام شریف پہنچے تھے۔ آج اس کی تکمیل کا آخری دن تھا۔ یوں کہہ لیجئے  
 کہ آپ کے مقاصد حیات کا آخری دن تھا کہ ۱۲۴۹ھ بروز جمعہ آپ  
 اپنے خالق حقیقی کی رحمت سے جا ملے۔ یوں ایک ولی کامل کی تاریخ  
 حیات کا آخری ورق اُٹ گیا۔ لیکن انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو  
 محض آنسوؤں کے سپرد نہیں کیا بلکہ وہ شخصیت عطا کر دی جو رستی دنیا  
 تک کمالات حافظ محمد شریف کا طرہ امتیاز بن کر آسمان ولایت پر درخشاں  
 رہے گی اور سلسلہ عالیہ کافض ایک طرف سے پاتی اور دوسری طرف  
 لٹائی رہے گی۔ یہی شخصیت ہے جسے آج دنیا باباجی کلیامی کے نام سے  
 جانتی ہے۔



خواجہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگ اولاد آج بھی کلیام شریف کی بستی میں معزز زندگی بسر کر رہی ہے، مگر حضرت موصوف کا مقبرہ باباجی حضور نے تعمیر کرایا تھا اور اپنے باکمال مرشد کامل کا سالانہ عرس ۲۸ جون تا ۷ جولائی پوری عقیدت اور تڑک واختشام سے مناتے رہے حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر پانچ خلفا بھی تھے مگر سلسلہ عالیہ کا شیوع زیادہ کر حضرت باباجی کی وساطت سے ہوا ہے۔

### حضرت خواجہ فضل الدین المعروف باباجی کلیامی رحمۃ اللہ علیہ

بتایا گیا ہے کہ آپ ہاشمی علوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چند پشت آپ کے پردادا نقل مکانی کر کے گجرات سے پوٹھوہار میں وارد ہوئے تھے، اور موجودہ کلیام شریف سے دو میل جنوب مغرب کلیام سیداں میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ خاندانی شغل درس و تدریس تھا اور مسجد کی امامت فرماتے تھے حضرت باباجی کے والد گرامی حافظ قتاح کا مشغلہ بھی درس و تدریس تھا ان کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے، جن میں سب سے چھوٹے ہمارے خواجہ خواجگان حضرت باباجی حضور تھے۔ آپ کی ظاہری تعلیم و تربیت والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی، آپ نے عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اس درس گاہ میں حاصل کی جبکہ باطنی تربیت کا فریضہ آپ کے مرشد پاک نے انجام دیا جو اسی غرض سے جلال آباد سے کلیام شریف میں وارد ہوئے تھے۔ حضرت باباجی مادر زاد ولی تھے بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر جمال ولایت نمایاں تھا۔ آپ کے بچپن کے بہت سے واقعات خرق عادت کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جب کتابوں میں ان واقعات



کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کو آپ کے کمالات باطنی اور کرامات پر محمول کیا گیا ہے۔ اس میں شبہ کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ تاہم میں یہ کہنے پر ہی اکتفا کروں گا کہ مقام ولایت خود ایک زندہ کرامت ہے۔ ولی اللہ کی ذات گرامی کچھ نہ دکھاتے ہوئے بھی مجموعہ اسرار الہیہ ہوتی ہے۔ یہ ایک جملہ معترضہ ہے کہ اہل دنیا ہمیشہ اہل اللہ سے انہی کر شماتی تشعب و کثافتا کرتے آئے ہیں جن کی توجیہ سے اُن کی عقل مادیت پسند عاجز آجاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ولایت کے لیے اظہار کرامت ضروری نہیں، خیر جب پھول کھلتا ہے تو ارد گرد کے ماحول کو مہکاتی ہوئی خوشبو خود بھی اپنی حقیقت کا اعلان کر رہی ہوتی ہے۔ اس لیے میں نے فرداً فرداً ان کرامات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ آپ پر ہر وقت جذب و مستی کا عالم طاری رہتا تھا چلچلاتی دھوپ میں پتھر پر پیٹھ کر ریاضت مجاہدہ کرتے شدید جاڑوں کے موسم میں ماشکی سے سر پر پانی ڈلوانے، پھر بھی یوں محسوس ہوتا کہ شدت جذب میں آپ انکاروں پر لوٹ رہے ہیں یہ جذبہ کبھی اظہار کی شکل پاتا تو آپ کی زبان سے یہی جملہ ادا ہوتا ہائے جل گیا ہوں، ہائے بھن گیا ہوں۔ اس جذب مستی کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جسم پاک سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر پرندوں کی نذر کرتے رہتے اور رستے ہوئے زخموں پر نمک مرچ چھڑک دیتے۔ آپ کے نفسانی مجاہدوں کی شدت کو دیکھ کر حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے کہ جہادِ نفس میں بایاجی کا مقام منقرہ ہے۔ خود بایاجی کے یہ یہ الفاظ کتابوں میں موجود ہیں کہ میں جب سے طریقت میں داخل ہوا ہوں نہیں جانتا کہ کس چیز کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے۔ نہ ہی یہ معلوم ہے کہ







میں درج ہے کہ ان کے قیام مدینہ کے دوران میں حضور رسالتناہ نے انہیں زیارت سے مشرف فرمایا تھا کہ اپنے بدعتی پیر کو میرا سلام کہنا۔ کلام رسالتناہ کا یہ اشارہ غالباً بابا جی کے جذب و مستی کی طرف تھا اسی ارشاد سے حضرت بابا جی کے کمالات باطنی اور مقام ولایت کا اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ آپ نے جن حضرات کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں داخل فرمایا ان میں تین حضرات کے مزارات آج بھی کلیام شریف کی دھرتی پر خدا کا فیضان سرمدی بانٹ رہے ہیں، گویا پیر کامل کے کمالات کی زندہ زبانیں ہیں۔ جو بابا جی کی عظمت کا گویا زندہ اعتراف ہیں۔ آپ کے خلفاء میں جن حضرات کے مقابر کلیام شریف میں ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- ۱۔ سید امیر علی شاہ وصال ۱۹۱۸ء کلیام شریف
  - ۲۔ سائیں محمد حسین مجذوب سنگھوی وصال ۱۹۳۰ء کلیام شریف۔
  - ۳۔ الحاج مولانا عبدالستار مظفر آبادی وصال ۱۹۴۲ء کلیام شریف
- بابا جی کا وصال ۱۳۰۸ھ مطابق  
میں ہوا جمعہ کا  
دن تھا چار دن کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ جنازہ کی نماز حضرت گولڑوی نے پڑھائی۔ اور آپ کو مرشد پاک کے پائین میں دفن کر دیا۔ اہل ظاہر آپ کا جنازہ نہ پڑھنے پر پھرتے لیکن اپنے خیالات پر نام ہو کر وہی لوگ باریدہ پُرم جنازہ میں شریک ہوئے اور ثابت کر دیا کہ اہل ظاہر کی آنکھیں ہمیشہ اہل حال سے غافل رہی ہیں۔ ان کی آنکھیں اُس وقت تک کھلتی ہیں جب کسی خدامست فقیر کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہیں۔
- آنجناب کا عرس مبارک ہر سال ۳۱ دسمبر تا ۹ جنوری منعقد ہوتا



ہے قریب و دور سے زائرین اور عقیدت مندوں کا مجوم ہوتا ہے۔ درگاہ عالیہ کے انتظامی امور اور سجادگی کے فرائض حضرت حاجی سائیں میاں بخش مدظلہ العالی اور ان کی اولاد ادا کرتے ہیں۔ جن کے وسیلہ سے کثیر مخلوق فیضانِ چشتیہ سے فیض اندوز ہو رہی ہے۔ حضرت باباجی اور ان کے مرشد پاک کے عقیدت مندوں کو طعام اور رہائش مہیا کی جانی ہے۔ عرس کے دنوں میں بھی درگاہِ عظمیٰ کا تقدس برقرار رکھا جاتا ہے۔ سوائے اوقات پنجگانہ کے شب و روز محفل سماع جاری رہتی ہے اس دوران میں احاطہ درگاہ میں تمباکو نوشی تک ممنوع ہے۔

دیگر اوباشی ہاچہ مقام دارد

سماع کے پروگرام میں گذشتہ دو سال سے ایک ادبی نشست کو کو شامل کیا گیا ہے۔ جو عرس کی آٹھویں شب کو منعقد ہوتی ہے۔ اس کا اہتمام خادم درگاہ عالیہ بابو محمد اکرم سائیں لوک اور دیگر اعزہ کے توسط سے ہوا ہے۔ بابو اکرم موصوف موجود سجادہ نشین حضرت حاجی میاں بخش مدظلہ العالی کے خدمت گزاروں میں سے ہیں۔

مآرا چہ رسد کہ دعویٰ غلامیش بکنیم  
آک را کہ غلامش سلطانِ جهان است

خاور

حاجی محراب خاور۔ ایم اے۔ گوہر خان۔ ۱۱ جولائی ۱۹۹۵ء



## بے شمار امراض کا شفا خانہ

راوی :- حنیف حنفی صاحب - چنگا میرا - گوجر خان - ضلع راولپنڈی  
فیض کا چشمہ

حضرت سید میر کلاں بادشاہ قادری نوشاہی برق اندازی رحمۃ اللہ علیہ  
آستانہ عالیہ روکھیاہ شریف کے آستانہ عالیہ پر یوں تو ہر قسم کے مرض اور  
دکھ، تکالیف، شفاء، من جانب اللہ ملتی ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ جمعرات  
کی حاضری صدقِ دلِ پختہ یقین و اعتقاد کے ساتھ دی جائے تو اللہ پاک  
کے کرم سے ہر مرض اور دکھ سے نجات مل جاتی ہے۔

مشہور ہے کہ ایک دفعہ علاقہ میں طاعون کی بیماری آگئی لوگ اس  
بیماری سے سخت پریشان ہو گئے بے شمار جانیں ضائع ہونا شروع ہو  
گئیں۔ اس خوف سے گاؤں اور کھیاہ شریف کے لوگ دربار شریف  
میں داخل ہو گئے۔ دو آدمی باہر ہی رہے اور کہنے لگے کہ ہم دربار میں  
نہیں جائیں گے، زندگی ہوئی تو بچ جائیں گے۔ وہ دونوں مر گئے اور  
باقی وہ تمام لوگ جو دربار شریف میں داخل ہوئے بخیر و عافیت اور  
سلامت رہے۔ گاؤں کے پرانی عمر کے وہ لوگ جو اس وقت کم سن  
تھے اب بھی اس واقعہ کی تفصیل عوام کے سامنے بیان کرتے رہتے ہیں۔  
پیر شاہ الحسن شاہ صاحب آستانہ عالیہ دھماں نزد گوجر خان  
شہر فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے قبلہ والد پیر عاشق حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ



نے بتایا ہے کہ میرے چار بچے ایک ایک سال کی عمر میں، ایک ۸-۹ سال، تیسرا ۵-۶ سال اور چوتھا بچہ ۳ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ ایک بزرگ نے روکھیاہ شریف حضرت سید میر کلاں بادشاہ قادری نوشاہی برق اندازی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر صدق دل سے حاضری دی اور سرکار کی بارگاہ میں دردِ دل سے التجا کریں انشاء اللہ آئندہ آپ کی اولاد زندہ رہے گی۔ قبلہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے دربار شریف میں حاضری دی تب سے آپ ۷ بہن بھائی زندہ ہیں۔ شکر الحمد للہ۔

لہذا جس آدمی کی اولاد (بچے بچیاں) پیدا ہونے کے بعد مرتے ہوں وہ سرکار کے آستانہ پر حاضری دے تو انشاء اللہ اس کی اولاد زندہ رہے گی۔

## آنکھوں کی تکلیف

فیض کا چشمہ: خانقاہ حضرت پیر شاہ وسن رحمۃ اللہ علیہ۔ دینہ ضلع جہلم  
قاری محمد منشا صاحب سیالوی عربی ٹیچر۔ گورنمنٹ پروجیکٹ  
راوی ہائی اسکول منگلا۔ ضلع جہلم۔

قاری صاحب میرے بیٹے حافظ محمد عامر حسینی صاحب جو جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے "لکھنے کا سبب بنے، کے ہم جماعت ہیں اور کھوکھا شریف نزد دینہ، ضلع جہلم میں حضرت علامہ قاری العصر حضرت قاری محمد یوسف سیالوی صاحب کے شاگرد رشید ہیں، ۲۰ اگست ۱۹۹۲ء کو لاہور میرے غریب خانہ پر



تشریف لائے اور "فیض کے چشمے" کے حوالہ سے گفتگو ہونے لگی، تو انہوں نے بتایا :-  
 "اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ۲۵ جنوری ۱۹۹۲ء کو ہمیں  
 ایک خوبصورت سا بیٹا عطا فرمایا۔ لیکن بچے کی پیدائش ہوتے ہی اس کی  
 آنکھ سے پانی بہنا شروع ہو گیا۔ مختلف اطباء، ڈاکٹر اور  
 معالجوں سے رابطہ قائم کیا۔ ان کے نسخہجات استعمال کرنے شروع کر  
 دیئے۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ڈاکٹروں کی تشخیص یہ ٹھہری کہ  
 اس بچے کی ناک کی نالی بند ہے جو آپریشن سے ہی کھولی جاسکتی ہے۔  
 اور یہ آپریشن کم از کم چھ ماہ کی عمر میں ممکن ہے اس سے پہلے نہیں۔ گویا بچہ  
 کی آنکھ سے اس وقت تک پانی بہتا رہے اور اس کے والدین کے کاٹھے  
 پسینے کی کماٹی بھی پانی کی طرح بہتی رہے۔

اسی علاج کے دوران بچے کی آنکھ ورم آلود ہو گئی اور آنکھ بند ہو گئی  
 تشویش بڑھ گئی اور ڈاکٹروں نے مایوسی بڑھانے میں اپنا کردار بھرپور ادا کیا۔  
 ارباب محبت نے مشورہ دیا کہ بچے کو حضرت پیر شاہ وسن رحمۃ اللہ علیہ  
 کے آستانہ عالیہ فیض بار پر لے جایا جائے۔ یہ آستانہ دینہ ضلع جہلم کے قریب  
 ہے اور آنکھوں کی بیماریوں کی شفا بخشا ہے۔ قاری صاحب نے بتایا کہ  
 ہم بچے کو حضرت وسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر لے گئے۔ وہاں  
 کے پانی کے ساتھ آنکھ کو دھویا گیا۔ فاتحہ خوانی کی۔ ایصالِ ثواب کیا۔ دعائے خیر  
 مانگی۔ الحمد للہ! گھر واپسی تک حالت بہتر ہو گئی بلکہ بالکل تندرست ہو گئی۔ یوں  
 معلوم دیتا ہے جیسے آنکھ گھبی خراب ہوئی ہی نہیں تھی۔ اس بچے کا نام ضیاء مصطفیٰ  
 ہے اور الحمد للہ تاہین حال بچے کی آنکھ ٹھیک ٹھاک ہے۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی  
 بدلتے زمانے کی تقدیر دیکھی



## علاقہ پوٹھوہار کے بزرگوں کے استنائوں پر حاضر کی

فیض کے چشمے کی بربت و تدوین کے حوالہ سے پوٹھوہار کے چند بزرگانِ دین کے مزارات پر عاسری دینا مقصود تھی جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے پر حاجی محراب خاور صاحب۔ ایم اے علاقہ پوٹھوہار گوجر خان نے بڑا خوبصورت تبصرہ لکھا تھا اور اس میں چند اور روحانی شفاخانوں کا تذکرہ بھی تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ محترم چشمی صاحب کی ابھی وہاں تک رسائی نہیں ہوئی۔ ان مقامات تک رسائی حاصل کرنے کے لیے علاقہ پوٹھوہار کے اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دینا مقصود تھی۔ میں نے اثر انصاری صاحب فیض پور خورد والوں سے بات کی تو کہنے لگے اکٹھے چلیں گے یکم جولائی ۱۹۹۵ء رات ۹ بجے کا وعدہ کیا۔ لیکن نہ آئے۔ میں چونکہ خطوط لکھ چکا تھا اس لیے کھڑ نہ سکا۔ حاجی محراب خاور صاحب سے شناسائی نہ تھی۔ بھٹوڑی بہت سلام دعا محمد حنیف حنفی صاحب سے تھی جو علاقہ پوٹھوہار کے صوفی منش معروف پنجابی پوٹھوہاری شاعر ہیں اور چند کتب کے مصنف بھی ہیں۔ اس لیے میں نے خط بھی انہی کو لکھا تھا۔ دو جولائی کی صبح میں گھر سے گوجر خان کے لیے روانہ ہوا اور دن گیارہ بارہ بجے تک میں بمقام چنگا میرا میں ان کے گھر پہنچ گیا۔ انھیں میرا خط مل چکا تھا اور وہ میرے انتظار میں تھے۔

حنیف حنفی صاحب نے فرمایا کہ اس علاقہ میں حضرت سید  
مہرکلاں بادشاہ قادری نوشاہی برتنداری رحمۃ اللہ علیہ کا ذات ستودہ صفا



بڑی اہمیت کی حامل ہے علاقہ پوٹھوہار میں سلسلہ سہروردیہ برقندازی کے بانی ہیں۔ ان سے فیض لینے والے مادر زاد ولی حضرت بابا غلام بادشاہ قادری نوشاہی برقندازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کا مزار نوٹھیہ شریف نزد شاہ باغ کلر سیداں روڈ، تحصیل کہوڑہ ضلع راولپنڈی میں ہے۔ ان کے قریب مائی نواب صاحب کا آستانہ عالیہ فیض بار ہے۔ آج ہم ان بزرگوں کے آستانہ عالیہ پر حاضری دے آئے ہیں۔ حضرت پیر سید میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر کل حاضری دیں گے۔

پیر شاہد الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ حضرت پیر فضل الہی قادری نوشاہی برقندازی رحمۃ اللہ علیہ بمقام ڈھماں نزد گوجر خاں اور حنیف حنفی صاحب کا ایک عزیز نوجوان سعید صاحب بلا نے پر آگئے۔ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر ہم چاروں حضرات سفر پر روانہ ہوئے اور ان دونوں حضرات حضرت بابا غلام بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف نتھماں والی سرکار اور حضرت مائی نواب کے صاحب آستانوں پر حاضری دی۔

حضرت بابا غلام بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے اور حضرت سید میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہیں۔ حنیف حنفی صاحب کا کہنا ہے کہ میں بھی روحانی طور پر حضرت سید میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ ہوں۔ اس لیے مجھے ان کے بارے میں زیادہ معلومات بھی ہیں اور نسبت عقیدت و محبت بھی۔

حضرت بابا غلام بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر باؤلہ کتا کے کاٹے کی شفا ملتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی باؤلہ کتا کسی مرد یا عورت کو کاٹ کھائے تو اس کو یہاں کی خوردہ اشیاء وغیرہ کھلائی جاتی ہے۔ نمک، پانی



یا کوئی تبرک وغیرہ یا نہلا یا جاتا ہے اور اُسے شفا ہو جاتی ہے اور اگر کسی  
جا تو رکو کاٹ کھائے تو اس کو بھی نہلا یا جاتا ہے یا نمک چٹایا جاتا ہے اور  
سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ اگر کسی جا تو رکو کتے کے کاٹے کے  
اثرات ظاہر ہونے لگیں تو اس علاقہ کے لوگ اس کو ذبح کمر کے کھا جاتے  
ہیں یعنی اس کے کھانے سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

حضرت مانی نواب صاحب بھی حضرت میر کلاں بادشاہ قادی  
سہروردی برقندازی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یافتہ ہیں۔ ان کا  
دربار بمقام پیر گراہ، نزد شاہ باغ کلر سیداں روڈ، تحصیل کہوٹہ، ضلع  
راولپنڈی میں واقع ہے۔ یہ دربار بھی روحانی فیض کا بہت بڑا چشمہ  
سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی مریض یہاں مسلسل سات جمعرات حاضری  
دے تو سہ بیماری سے شفا ملتی ہے۔ آپ کا فیض دور دراز تک پھیلا ہوا  
ہے اور پشاور تک مخلوق خدا آتی ہے اور فیض پاتی ہے۔

دوسرے روز ناشتہ کے بعد پھر سفر ہوا اور آج ہماری منزل حضرت  
پیر سید میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ قادری نوشاہی برقندازی کا دربار عالیہ  
تھا۔ ہمسفر وہی تھے۔ البتہ راستے میں حنیف حنفی صاحب کے سکول کے  
ہیڈ ماسٹر صاحب جناب امتیاز صاحب بھی ہمسفر ہو گئے۔ حضرت  
میر کلاں بادشاہ کا مزار بہت بلندی پر ہے اور بہت خوبصورت بالکل  
نیا از سر نو تعمیر ہوا ہے۔ محترم حنفی صاحب نے بتایا کہ اگر کوئی مریض بھی سات  
جمعرات حاضری دے اور یہاں سے نمک لے جا کر استعمال کرے تو سہ  
مرض سے شفا مل جاتی ہے۔

والپسی پر راستے میں حبیب چوک میں ٹھہرے، پچھلے پی چند بزرگ



حضرت یہاں تشریف فرما تھے۔ اجباب نے میرا تعارف کرایا، تو انہوں نے بتایا۔ یہاں حضرت میاں حبیب صاحب کا آستانہ ہے۔ ریح کے درد کے لیے مخلوق خدا آتی ہے اور فیض پاتی ہے۔ ان کے متعلق بھی ضرور لکھیں۔ آپ کا تفصیلی پتہ درج ذیل ہے۔

میاں حبیب قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ میاں حبیب چوک، نرطالی کسووالی، نزد قاضیاں تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی۔  
 آج کے اس سفر میں میرے ڈرائیور موٹر سائیکل جناب میاں شاکر الحسن شاہ صاحب تھے۔ وہ مجھے اپنے گاؤں بمقام دھماں نزد گوجرخاں لے گئے ان کے بزرگوں کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کی اور ایصالِ ثواب کیا۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ میرے دادا جان حضرت پیر فضل الہی برقندازی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۰ء کو وصال فرمایا، اور ان کو ڈھول شہیدان نزد چک لالہ راولپنڈی میں دفنایا گیا۔ سات سال بعد ۱۹۳۷ء میں آپ کے بار بار فرمان پر تابوت نکالا گیا اور بمقام دھماں لاکر دفن کر دیا گیا۔ یہ بزرگ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بمعصر تھے۔ ان کے درثہ میں قلمی نسخے اور کتابیں دیکھیں۔ ایک نسخہ خصوصاً جو سولے کے پانی سے حضرت صاحب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ یہ بزرگ بھی حضرت میر کلاں بادشاہ برقندازی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں۔

یہاں سے فراغت کے بعد ہم گوجرخاں پہنچے اور جناب حاجی محراب خاں صاحب ایم اے سے ملاقات ہوئی۔ واقعہً صاحب علم کی محفل آرزنگ ہی اور ہوتا ہے۔ وقت کی قلت کی وجہ سے ان سے درخواست کی کہ آپ



اپنے علاقہ کے بزرگوں کے حالات لکھ کر بھیج دیں۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔ انہوں نے وعدہ فرمایا، اور دوپہر کا کھانا ان کے ہاں سے کھایا اور آگے سفر پر روانہ ہوئے۔

۳ جولائی کی دسپہر کو دینہ ضلع جہلم پہنچا اور یہاں سے جناب قاری محمد منشا صاحب منگلا کالونی کے گھر حاضر ہوا۔ قاری صاحب میرے بڑے بیٹے حافظ محمد عامر چشتی کے حفظ کی کلاس کے ہم جماعت ہیں۔ بڑے تپاک سے ملے ان کو بھی میرا علیحدہ مل چکا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد انہوں نے موٹر سائیکل نکالی اور حضرت میاں محمد صاحب کھڑی شریف حاضری کے لیے عازم سفر ہوئے، دربار عالیہ گوہر بار پر حاضری دی، سلام عرض کیا، فاتحہ خوانی کی، دنیا و آخرت کی بہتری کے لیے دعا پیش کی اور شام تک واپس منگلا کالونی پہنچے۔

۴ جولائی ۱۹۹۵ء کی صبح واپس دینے پہنچے۔ یہاں سے حضرت بابا و سن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دی۔ اس آستانہ پر آنکھوں کے بیماریوں کو شفا ملتی ہے۔ گذشتہ صفحات میں قاری محمد منشا کے بیٹے کی آنکھ اور اس کی شفا کے حوالہ سے گفتگو ہو چکی ہے۔ لیکن یہاں کوئی سمعقول آدمی نہ مل سکا۔ جن سے معلومات مل سکتیں۔ دینہ میں سجادہ نشین کے چھوٹے بھائی ریاض صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنے بزرگ بھائی جان کا بتایا۔ گھر آکر ان کو خط لکھا کہ اپنے حالات کے بارے میں مطلع فرمائیں۔

دینہ میں قاری محمد یوسف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سے نیاز حاصل ہوئے، اجازت لی اور میں اپنے شاگرد محمد اکرم شاہد مغل انسٹرکٹر گورنمنٹ ووکیشنل سکول گجرات سے ملاقات کیلئے پہنچا۔ بڑی



محبت سے ملے۔ اپنے تلامذہ اور ساتھیوں و اساتذہ کرام سے تعارف کرایا۔ جملہ حضرات نے بہت احترام و اکرام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

گذشتہ صفحات میں رائے محمد کمال صاحب کے انٹرویو میں باقے کتے کے کاٹے کے دم کے حوالے سے گجرات کے ایک خاندان کا تذکرہ ہو چکا ہے کہ اس خاندان میں کا کوئی فرد بھی دم کر دے تو آرام آجیائے اُن کے ملنے کا اشتیاق تھا۔ اکرم شاہ مغل صاحب نے اپنے ایک ساتھی رزاق صاحب کو میرے ہمراہ کیا اور ہم گجرات سے مغرب کی طرف بمقام صاحب لکھو نزد ڈھیر و گنا چنچے، لیکن کوئی ذمہ دار فرد نہ مل سکا۔ البتہ جس کسی سے پوچھا اس نے بتایا، بات بالکل صحیح ہے۔ گاؤں صاحب لکھو میں اس خاندان کے ماں نے شاہ ولد پیر سید شفقت حسین شاہ ولد بگے شاہ کے گھر میں گئے اور ان کی اہلیہ نے بڑے تباک سے استقبال کیا۔ بٹھایا۔ چائے پانی کا پوچھا۔ ہم نے معذرت کی تو انہوں نے پوچھا خیرت تو ہے وہ یہ سمجھے کہ شاید ہم بھی کوئی مریض ہیں جب میں نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے بتایا کہ سات پشتوں سے ہمارا یہ سلسلہ جاری ہے اور قدرت نے اس کو ہماری روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہمارے خاندان نے آپس میں باہمی مشورے سے اپنے اپنے علاقے بانٹے ہوئے ہیں جو علاقہ جس کا ہوگا، اس علاقے کے مریض کو وہی دم کرے گا، دوسرا نہیں کرے گا۔ اگر کرے گا تو ہماری لڑائی ہوگی۔

دم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے سات پشت کے بزرگوں کے نام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اُن بزرگوں کے نام کا واسطہ ڈال کر نمک کی ڈھیلی



دم کر کے دیتے ہیں۔ وہ نمک بھی مریض خود دلاتا ہے۔ وہ دم کیا ہوا نمک اکتالیس روز استعمال کرے گا۔ دم کرتے ہوئے اس کی مرضی ہے وہ جو خدمت کرے ہم قبول کر لیتے ہیں۔ کوئی اصرار نہیں کرتے۔ البتہ اکتالیس روز کے بعد اس سے ایک بکر اعطیہ لیتے ہیں۔ اب یہ ہماری مرضی ہے کہ ہم کیسا بکرا لیتے ہیں۔ کوئی غریب ہو تو اس کے لیے ہاتھ ہلکا کر لیتے ہیں۔ کوئی امیر ہوا ہاتھ سخت کر لیتے ہیں۔ ہم سال میں ایک دفعہ اپنے اپنے علاقے میں جاتے ہیں۔ لوگ ہمیں بڑی عزت و تکریم کے ساتھ ہماری خدمت بھی کرتے ہیں اور غلہ وغیرہ بھی دیتے ہیں۔

ہم دن میں صرف بیس آدمی کو دم کر سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ اکیسواں شخص آجائے تو ہم اس کو دم نہیں کر سکتے، اگر کریں بھی تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی ایسا شخص آجائے جس کی تکلیف بڑھ گئی ہو اور وہ باؤلہ ہو گیا ہو۔ تو پھر اس کا بچنا مشکل ہے۔ ہم پھر بھی دم کر دیتے ہیں لیکن سو میں سے ایک آدمی بچتا ہوا دیکھا ہے۔ یعنی ایک فیصد آرام کا امکان ہوتا ہے۔

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے  
اٹھالے جاٹے تھوڑی خاک ان کے آستانے سے











